هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۰ رجب ۱۳۹۰ھ

۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

محمد شفیع انور

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِہَا عَشْرًا" (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر اس کے بدلے میں دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُہُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً" (رواہ الترمذی و قال حدیث حسن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے)

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (رواہ الترمذی و قال: حدیث حسن)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا۔ پھر بھی اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ: رواہ ابو داؤد باسنادٍ صحیحٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری قبر کو عید اور خوشی کی جگہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔ خواہ تم کہیں بھی ہو۔ ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عَنْ فُضَالَۃَ ابْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُوْا فِیْ صَلٰوتِہٖ لَمْ یُمَجِّدِ اللّٰہَ تَعَالٰی، وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "عَجِلَ ہٰذَا" ثُمَّ دَعَاہُ فَقَالَ لَہٗ۔ اَوْ لِغَیْرِہٖ: "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ" (رواہ ابو داؤد، والترمذی و قال حدیث صحیح۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ مگر نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا یا اس کے علاوہ کسی اور سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے پروردگار سبحانہٗ و تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کے ساتھ ابتدا کرے، پھر اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ چاہے دعا کرے (کیونکہ جب تک دعا سے پہلے اور بعد میں بھی درود نہ پڑھیگا (دعا قبول نہ ہو گی)۔ اس حدیث کو امام داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰہُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"، متفق علیہ

حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر سلام کس طرح بھیجا جائے اس کو تو ہم نے جان لیا ہے لیکن آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا یہ کلمات کہہ لیا کرو۔ "کہ اے اللہ! درود بھیج محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جس طرح درود بھیجا تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اے اللہ! برکت کر حضرت محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جس طرح تو نے برکت کی ابراہیم اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر، بے شک تو ہے تعریف کیا گیا بزرگ۔ (بخاری و مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۳۰ رجب ۱۳۹۰ھ

۲ راکتوبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶

شمارہ ۲۰

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

نئی حج پالیسی ● حکومت نظر ثانی کرے

الحمد للہ کہ خدام الدین کے گذشتہ شمارے کے اداریٔ نوٹ کے نتیجے میں حکومتِ پاکستان نے حج کی درخواستوں کی وصولی کے طریق کار اور تاریخوں کے تعین کا اعلان کر دیا ہے۔ امسال حج پالیسی کے اہم پہلو یہ ہیں:-

۱- مشرقی و مغربی پاکستان سے عازمینِ حج کی تعداد ۱۸۹۵۳ کر دی گئی ہے۔

۲- حسبِ سابق حج بدل اور رمضان المبارک میں حج کے لئے جانے والوں کو بھی اجازت دے دی گئی ہے۔

۳- تیسرے درجے کے جو عازمین حج گذشتہ پانچ یا زائد برسوں سے مسلسل درخواستیں دے کر ناکام ہوتے رہے ہیں ان کے لئے ایک کوٹا مختص کیا گیا ہے اور ان کی درخواستیں پورٹ حج آفس کراچی وصول کرے گا۔ درجہ دوم و اول بحری اور ہوائی جہاز کی درخواستیں بھی کراچی بھیجی جائیں گی۔ اس کے علاوہ پانچ سال سے کم زائرین اپنے اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو درخواستیں روانہ کریں گے۔

۴- تمام درخواستیں یکم اکتوبر سے ۱۴ اکتوبر تک ہی بھیجی جا سکیں گی۔

ان چار اہم نکات کی روشنی میں حج پالیسی کا جائزہ لینا مشکل نہیں ہے۔

۱- جہاں تک عازمینِ حج کی تعداد کا تعلق ہے اس سلسلہ میں بعض اخبارات نے ۱۹ ہزار عازمینِ حج کی تعداد لکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شاید یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض اخبارات نے اس تعداد پہ اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ یہ تعداد نہ تو اتنی ہے کہ اسے ۱۲ کروڑ مسلمانوں کے ملک کی قابلِ قدر تعداد قرار دیا جا سکے نہ اس قدر ہے کہ گذشتہ برسوں کے مقابلہ میں کوئی اضافہ کہا جائے۔ گذشتہ سال پہلے اعلان میں ۱۶۵۰۰ کا اعلان کیا گیا تھا اور ۹۰۰ نشستوں کا اضافہ بعد میں کیا گیا تھا اس طرح کل تعداد ۱۷۴۰۰ عازمینِ حج پر مشتمل تھی۔ اُن میں سے سفینۂ عرفات کے ۱۴۵۳ عازمین حج پاکستان میڈیکل سٹاف کی نااہلی اور چیکنگ سٹاف کی لاپروائی کے باعث جدہ پہنچ کر بھی حج کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے۔ ان کی روح فرسا داستان ہم نے خدام الدین میں شروع کی تھی۔ پہلی قسط کی اشاعت کے بعد ہی حکومت نے انہیں سرکاری خرچ پر دوبارہ حج کے لئے لے جانے کا اعلان کر دیا تھا۔ موجودہ ۱۸۹۵۳ میں سے اگر اس تعداد کی نفی کر دی جائے تو وہی ساڑھے سترہ ہزار رہ جاتے ہیں۔ اور اس تعداد کو کسی طور بھی قابلِ اطمینان نہیں کہا جا سکتا۔

۲- رمضان شریف میں یا حج بدل کے لئے جانے والے عازمین کے ساتھ بھی گذشتہ سال والا معاملہ کیا گیا ہے۔ گذشتہ سال حج بدل کی درخواست دینے والوں کو انتباہ کیا گیا تھا کہ ان کی درخواستوں کو سال بھر یا اس وقت تک پورٹ حج آفس میں رکھا جا سکتا ہے جب تک کہ ان کی باری نہ آ جائے۔ اس طرح حج بدل کی درخواستیں کافی دیر تک متعلقہ دفتر میں پڑی رہیں اور درخواست دہندگان یہ سمجھتے رہے کہ آئندہ سال ان کی باری ضرور آ جائے گی لیکن انہیں یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا۔ کہ انہیں کسی قسم کی ترجیح کا حق دار تسلیم نہیں کیا گیا ہے — یہی معاملہ ان عازمین کا ہے جنہوں نے گذشتہ سال سفرِ رمضان کے لئے درخواستیں دی تھیں اور ناکام رہے تھے ایک ہی محکمے کی ایک ہی پالیسی میں یہ دو عملی ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ جب تیسرے درجے کے پرانے اُمیدواروں کو قابلِ ترجیح سمجھا گیا ہے تو حج بدل اور سفرِ رمضان کے لئے درخواست گذاروں کو کیوں نظرانداز کر دیا گیا۔

۳- جو عازمینِ حج گذشتہ پانچ یا زائد برسوں سے مسلسل درخواستیں دے کر ناکام ہوتے رہے ہیں انہیں اپنی درخواستیں (مع پرانی درخواستوں کے) پورٹ حج آفس

(باقی صفحہ ۶ پر)

عشر کتاب و سنت کی روشنی میں

مولانا محمد فضل الرحمان قاسمی

مذہب اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ جس طرح انفرادی مسائل میں افراد و اشخاص کی رہنمائی کرتا ہے، اسی طرح وہ اجتماعی معاملات میں بھی سوسائٹی کیلئے مشعل راہ ہے، لیکن حکومت اسلامیہ کے زوال اور مغربیت کے سیلاب نے اجتماعی مسائل کا تصور ہی گویا مسلمانوں کے ذہن سے نکال دیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین شخص اور فرد کی اصلاح کے دائرہ میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ جب ہم شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو برحق یقین کرتے ہیں تو پھر ہمارا فرض ہے کہ شریعت کو اپنے اوپر نافذ کریں، اور جس حد تک بھی ممکن ہو اپنے معاملات کے فیصلے شریعت کے مطابق کرائیں۔ یہ احساس بڑا قیمتی ہے اور اسی میں مسلمانوں کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ و عشر کے مسائل جو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں مسلمان چھوٹے بڑے کاشتکار وہ عشر کے مسائل جاننے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ اور یہ بے چینی بھی اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمارے کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ فرض کی ہے جسے عشر کہتے ہیں شریعت کی روشنی میں یہ عشر امارت شرعیہ کے بیت المال میں جمع ہو کر شریعت کے بتلائے ہوئے مصارف میں خرچ ہونا چاہیئے تو پھر ہمارا فرض ہے کہ "عشر" کے مسائل جانیں اور صحیح طور پر عشر کو نکال کر اسلام کے اجتماعی احکام کو عملی جامہ پہنائیں

محمد فضل الرحمان قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ؛

عشر یوں تو "عشر" دسویں حصہ کو کہتے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں زمین کی پیداوار کے دسویں یا بیسویں حصّہ کو کہتے ہیں جو ایک مسلمان بہ نیت زکوٰۃ نکالتا ہے۔ اسی شرعی عشر کے ضروری اور برابر پیش آنیوالے مسائل کو بتانا اس مختصر مضمون کا مقصد ہے۔

عشر کا ثبوت کتاب و سنت سے بھی ہے اور اجماع وقیاس سے بھی یعنی یہ اسلام کا ایک ایسا ضروری اور اہم مسئلہ ہے، کہ شریعت کے تمام دلائل سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کوئی شخص شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یقین کرنے کے بعد عشر سے انکار نہیں کر سکتا۔

عشر کی فرضیت قرآن سے

قرآن پاک کی دو آیتیں عشر کے فرض ہونے کو بتلاتی ہیں۔ ارشاد ہیں۔ یا ایّھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض۔ ترجمہ :- اے ایمان والو اپنی پاک کمائی میں سے اور ہم نے تمہارے لئے جو زمین سے پیدا کیا ہے، اس سے خرچ کرو (بقرہ ع ۳۷ پ ۳) تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ سے متعلق ہے۔ اور چونکہ آیت میں امر اور حکم ہے اس لئے تطوع اور نفل پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پس مما اخرجنا لکم من الارض میں زمین کی پیداوار میں عشر نکالنے کا حکم دیا گیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :- کلو من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ ترجمہ :- زمین جب بار آور ہو تو اس کا پھل کھاؤ۔ اور جب کاٹو تو اس کا حق ادا کرو۔ (انعام ع ۱۷- پ)

تفسیر کبیر میں واٰتوا حقہ یوم حصادہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عطاء کی روایت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس آیت میں حق سے مراد "عشر" ہے۔ اگر زمین آسمان کے پانی سے سیراب ہوئی ہو تو دسواں حصہ اور اگر رہٹ سے سیراب کیگئی ہو تو نصف حصّہ یعنی بیسواں حصہ نکالنا ضروری ہے۔

تفسیر کبیر خازن مظہری اور تمام معتمد تفسیریں اس پر متفق ہیں۔ کہ ان آیتوں میں زمین کی پیداوار پر عشر فرض کیا گیا ہے۔

عشر کی فرضیت حدیث کی رو سے

اور تفصیلات احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طریقہ پر موجود ہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحؒ نے مذکورہ بالا آیت کے تحت ابن کثیر کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ ابتداً مکہ معظمہ میں کھیت اور باغات کی پیداوار سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر ۲ھ میں عشر کی مقدار وغیرہ کی تعیین و تفصیل کر دی گئی کہ بارانی زمین کی پیداوار میں دسواں حصّہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصّہ واجب ہے۔ اس سلسلہ میں ایک فرمان نبوی بھی ملاحظہ فرمائیے :

فیما سقت السماء والعیون او عشریًا العشر و ماسقی بالنضح نصف العشر

(رواہ البخاری عن عبداللہ ابن عمر)

ترجمہ :- جو زمین آسمانی پانی سے اور چشموں سے سیراب ہوتی ہے یا سوت دار پانی ہو (یعنی بلا خرچ سیراب ہوتی ہو) اس میں دسواں حصّہ زکوٰۃ فرض ہے

عشر کی فرضیت پر علماء کا اجماع

کتاب اللہ کے حکم اور سنت کی ہدایت و وضاحت کی بنا پر تمام علماء کا اس پر اجتماع ہے کہ "عشر" فرض ہے۔ اور زمین کی پیداوار سے نکالا جائے گا۔ خواہ غلہ ہو یا پھل وغیرہ چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے۔

اجمع العلماء علی وجوب العشر فی النخل و الکروم و فیما یقتات من الحبوب (تفسیر مظہری صـ ۲۹۳ ج-۱)

ترجمہ :- کھجور کے درخت، انگور اور غلہ جو کھانے کے لئے رکھا جائے سب میں عشر کے وجوب پر تمام علماء کا اجتماع ہے۔

وجوب عشر کی شرطیں

فقہائے اسلام نے عشر کے واجب ہونے کیلئے تین شرطیں بتائی ہیں اور کتاب و سنت کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی تو عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

پہلی شرط مسلمان ہونا ہے اور یہ اس لئے کہ عشر کی شکل بظاہر ٹیکس کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی روح بندگی اور عبادت سے عبارت ہے۔ جس طرح زکوٰۃ بظاہر ٹیکس کی صورت ہے لیکن زکوٰۃ تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ اور اونچی عبادت ہے اور عبادت مسلمان ہی کا حق ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ زمین میں خرابی نہ ہو اور یہ اس لیئے کہ عشر اور خراج دونوں ایک زمین پر جمع نہیں ہو سکتے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں ایسی ہوں جن سے مقصود منفعت ہو۔ خود رو اور بیکار چیزوں پر عشر واجب نہ ہوگا۔

شرائط کے پیش نظر عشر اور زکوٰۃ میں فرق

چونکہ عشر کے واجب ہونے کے لئے وہی تین چیزیں ہیں جو اوپر بیان کی گئیں اس لیئے عشر اور دوسری زکوٰۃ کے وجوب میں بڑا فرق ہے۔

(۱) عشر کے فرض ہونے کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اگر وہ ایک صاع (پونے تین سیر) سے کم نہیں ہے تو اس میں عشر واجب ہوگا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے اور یہی صحیح ہے

(۲) عشر کے واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط نہیں کہ وہ پیداوار ایک سال تک ٹھہر سکے چنانچہ ترکاریوں اور پھلوں پر بھی عشر واجب ہے علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تحفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ مسلک بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کا ہے اور صحیح ہے۔

۳۔ عشر کے واجب ہونے کے لئے حولانِ حول بھی شرط نہیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ اس پیداوار پہ پورا سال گزر جائے جب عشر واجب ہوگا۔

زمین میں سال کے اندر جتنی بار پیدا ہوگا۔ ہر پیداوار پہ عشر واجب ہوگا۔ یہی حال پھلوں والے درخت کا ہے۔ اگر کوئی درخت سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے جیسے امرود تو ہر دفعہ عُشر دینا ہوگا۔

۴۔ عشر کے واجب ہونے کے لئے زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں۔ اگر زمین وقف کی ہو یا کرایہ کی ہو تو اُس کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہوگا۔

۵۔ عشر کے واجب ہونے کے لئے عاقل ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص پاگل ہے تو اُس کی پیداوار پر بھی عُشر واجب ہوگا۔ اسی طرح نابالغ لڑکے کی زمین پر بھی عشر واجب ہوگا۔ یعنی نہ بالغ ہونا شرط ہے نہ عاقل ہونا۔

۶۔ عشری زمین میں جس قدر بھی پیداوار ہوگی اُس میں عشر نکالنا ہوگا۔ کاشت کے اخراجات بیج کی قیمت، بیلوں کا کرایہ، ہل چلانے والے کی مزدوری، باغ یا کھیت کے اخراجات یا اس کا لگان وضع نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً بیس من غلہ پیدا ہوا اور پانچ من اس پہ خرچ آیا تو یہ پانچ من وضع نہ ہوگا۔ بلکہ اگر اُس کھیت کی آبیاری آسمانی پانی سے ہوئی ہے تو دسواں حصہ یعنی بیس من میں سے دو من اور اگر کنوئیں وغیرہ سے کھیت کی آبیاری کی گئی ہے تو بیسواں حصّہ یعنی بیس من میں ایک من عشر نکالنا ہوگا۔

عشر کے متفرق مسائل

اگر زمین عشری ہے تو سرکاری محصول دینے سے عشر ساقط نہیں ہوگا۔ وہ زمین معافی ہو یا اس میں مالگزاری سرکاری ہو محصول بجائے خراج تو کافی ہوگا، مگر بجائے عُشر کافی نہیں۔ پس اگر زمین عشری ہے تو عشر جدا کرنا ہوگا اور اگر خراجی ہے تو اس کا خراج سرکاری مال گزاری میں محسُوب ہو سکتا ہے۔

اگر کھیت بٹائی پر ہو یعنی پیداوار مالک اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوتی ہو تو دونوں کو اپنے اپنے حصّہ کا عُشر نکالنا ہوگا۔ کیونکہ عشر پیداوار کی زکوٰۃ ہے اور پیداوار میں دونوں کا حصّہ ہے۔

اگر کھیت کو نقدی لگا دیا گیا ہو تو اس کی پیداوار کا عُشر کاشت کار کے ذمہ ہے۔ مالک پر نہیں کیونکہ پیداوار کا مالک کاشت کار ہے۔

اگر عشری زمین میں تمباکو بو یا گیا تو اس کی پیداوار پر بھی عُشر واجب ہوگا۔

اگر کسی شخص پہ عشر واجب ہو اور وہ ادا کئے بغیر مرگیا تو اُس کے متروکہ مال سے عشر لیا جائے گا۔ خواہ اُس نے وصیّت کی ہو یا نہیں

عشری اور خراجی زمین

عشری زمین وہ ہے جو مسلمان

بادشاہوں کے وقت سے آجتک مسلمانوں کے قبضہ میں چلی آرہی ہو یا مسلمانوں کے پاس موروثی ہو۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کیونکر قبضہ میں آئی یا مسلمانوں نے مسلمان سے خریدی اور ان بیچنے والوں نے بھی مسلمان ہی سے مول لی تھی۔ یا مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی۔ لیکن یہ معلوم نہیں انہوں نے کس سے خریدی تھی۔

بہرحال ہر وہ زمین جو آج مسلمانوں کے پاس ہے، اور اُس پہ زمانہ سابق میں کبھی غیر مُسلم کے قبضہ کا واضح ثبوت موجود نہیں وہ عُشری ہوگی اور اس کی کل پیداوار پہ عُشر نکالنا واجب ہوگا۔ اگر بارش یا سیلاب کے پانی سے زمین سیراب ہُوئی تو کل پیداوار کا دسواں حصّہ اور اگر کنوئیں، مشین یا نہر کے ذریعہ سیراب کی جاتی ہو تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ عُشر کا نکالنا ہوگا۔

جو زمین غیر مسلموں سے خریدی گئی ہے۔ یا غیر مُسلم زمین دار کی بکاشت زمین مسلمانوں نے بندوبست لی ہو، یعنی اس زمین پر زمانہ سابق میں غیر مُسلم کا قبضہ ثابت ہے تو وہ زمین خراجی ہوگی اس پہ عُشر واجب نہ ہوگا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:۔

" جو زمینیں اس وقت مُسلمانوں کے ملک میں ہیں اور ان کے پاس مسلمانوں ہی سے پہنچی ہیں، ارثاً او شراءً وھلم جرا وہ عشری ہیں اور جو درمیان میں کافر مالک ہوگیا تھا عشری نہیں رہی اور جس کا حال کچھ نہ معلوم ہو اور کسی وقت مسلمانوں کے پاس ہے۔ یہی سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں سے حاصل ہوئی ہے، بدلیل الاستصحاب پس وہ بھی عشری ہے"

اگر کوئی مسلمان عشری زمین خریدے گا تو عشری رہے گی اور اگر خراجی خریدے گا تو خراجی رہے گی اور اگر کوئی غیر مُسلم کسی مسلمان سے عشری زمین خریدے تو غیر مسلم کے قبضہ میں آتے ہی خراجی ہو جائیگی۔ لیکن اگر حقِ شفعہ کے ذریعہ وہ زمین کسی مسلمان کے قبضہ میں چلی جائے یا بیع فاسد وغیرہ کی وجہ سے وہ زمین بیچنے والے مسلمان کو لوٹ جائے تو وہ پھر عشری ہو جائے گی۔

ہندوستان کی زمین کا حکم

ہندوستان میں زمین عشری ہے یا نہیں، بعض حضرات اس مسئلہ میں بحث فرماتے ہیں اور انہیں یہاں کی زمین کے عشری ہونے میں تاَمّل ہے۔ اگرچہ وہ بھی احتیاط اسی میں سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس جو زمینیں ایسی ہیں، جن پہ زمانہ سابق میں کسی غیر مُسلم کا قبضہ ثابت نہ ہو، اس میں عُشر نکالا جائیگا

امام اہلسنت والجماعت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس مسئلہ میں بڑی واضح تحریر فرمائی ہے۔ ہم اس موقعہ پہ نقل کر دینا نہ صرف ضروری، بلکہ کافی سمجھتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عشر کا مسئلہ لکھتے وقت مجھے خود تردّد تھا کہ ہندوستان کی زمین پر عشر ہے یا نہیں قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے " مالا بدمنہ " میں لکھ دیا ہے کہ ہندوستان میں عشری زمینیں نہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں کی اور اور نہ اپنا مستند ظاہر کیا ہے۔ لہٰذا اطمینان نہ ہوا اور اس وقت تک دل میں یہی بات آتی ہے کہ ہندوستان میں عشری زمینیں ہیں۔"

مسئلہ عشر کی تحقیق کے لئے امام اہل سنت والجماعت نے علماء کی خدمت میں ایک استفتاء ارسال فرمایا، جس کا متن یہ ہے:۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً،
کیا فرماتے ہیں علماء حنفیہ کہ ہندوستان کی زمینوں پر عُشر ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں تو وَ اٰتوا حقہٗ یوم حصادہٖ مطلق ہے مقام خاص کی قید نہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی جہاں عشر کا حکم دیا گیا ہے، کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔"

اس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرّہٗ العزیز نے تحریر فرمایا:۔

" جو زمین عشری ہے، اس پہ عشر واجب ہوا اور جو خراجی ہے اس پہ خراج واجب ہے۔ جو زمین مسلمانوں کے پاس ہے اور مسلمانوں کے پاس سے آئی ہے وہ عشری ہے اور جس کا حال معلوم نہ ہو وہ بظاہر حال عشری ہی سمجھی جائے گی۔" اور جو زمین عشری ہے اُس کا عُشر فقراء کو دینا چاہیے اور جو خراجی ہو اس کا خراج سرکاری محصول میں محسُوب ہو جائیگا۔ مستقل اور خراج دینے کی حاجت نہ ہوگی۔ فقط والسلام"
بندہ رشید احمد گنگوہی

اس استفتاء کا جواب مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند سے یہ آیا:۔ " ہندوستان کی زمین میں جو مملوک اہل اسلام ہے اس پہ عشر واجب ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اہل اسلام پر عشر واجب ہوتا ہے۔ اور کفار پر خراج، احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمان اگر کافر سے زمین خریدے تو وہ خراجی ہی رہتی ہے مگر ابتدا اہل اسلام پر خراج لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشر میں معنی عبادات کے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ ارض ہے۔ لہٰذا محل اس کے اہلِ اسلام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس ملک کو بادشاہ اہلِ اسلام فتح کرکے غانمین و غیر غانمین، مسلمین کو تقسیم کر دیوے یا وہاں کے رہنے والے مسلمان ہو جائیں اور وہ اراضی انہیں

کو دے دی جاوے تو سب عشری ہیں۔ پس ہندوستان کی زمین ان دو امور سے خالی نہیں۔ یا مالک ان کے مسلمان ہو گئے اور وہ اراضی ان کے پاس چھوڑ دی گئی۔ یا عطائے سلطانی ہیں جو وقتاً فوقتاً بادشاہانِ اسلام نے ان کو دیئے ان دونوں قسموں پر عشر واجب ہے۔ تیسرا یہی احتمال ہے کہ جو اراضی اوّل سے کفار کے پاس چھوڑ دی گئی ہوں۔ اور ان پر خراج مقرر کیا گیا ہو وہ کسی طرح اہلِ اسلام کے پاس آ گئی ہوں وہ اب بھی خراجی رہیں گی۔ مگر چونکہ یہ امر متشخص اور ممیز ہونا دشوار ہے نیز شاذ و نادر ہے۔ بلکہ اکثر مسلمانوں کے پاس اسوقت وہی اراضی ہیں جو ان کے آباؤ اجداد کو مسلم حکمرانوں نے دی تھیں۔ یا انہوں نے مسلمانوں سے خریدی ہیں۔ یا سرکار انگلشیہ نے بعض اہلِ اسلام کی اراضی بعض کو دی ہیں۔ اس لئے جملہ اقسام میں عشر واجب ہے اور شاذ و نادر کو معدوم سمجھ کر جمیع اراضی مملوکہ اہلِ اسلام کو عشری کہا جائے گا۔ اور محصول سرکاری سے جو اس وقت دیا جاتا ہے، عشر ساقط نہ ہوگا۔ قال فی الدر المختار) **وما اسلم اهله طوعًا او فتح عنوة وقسم جيشا فهى عشرية لانه اليق بالمسلم**

فقط واللہ اعلم (مہر)

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہند میں مسلمانوں کے پاس جو زمینیں ہیں وہ عشری بھی ہیں اور خراجی بھی۔ مسلمانوں کی جس زمین پر غیر مسلم کے قبضہ کا واضح ثبوت نہیں ہے۔ وہ عشری ہے اور اس کی پیداوار سے عشر نکالنا واجب ہے اور جس زمین پر زمانہ ماضی میں غیر مسلم کے قبضہ کا ثبوت موجود ہے یا کسی غیر مسلم سے حاصل کی گئی ہے یا کسی غیر مسلم زمیندار سے بکاشت زمین بندوبست لی گئی ہے وہ خراجی ہے۔ اس پر عشر واجب نہیں۔

اب جبکہ عشر کے ضروری مسائل واضح ہو کر سامنے آ گئے تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کے پاس عشری زمینیں ہیں تو نہایت پابندی اور احتیاط کیساتھ ان کا عشر نکالے اور اس حکم شرعی کو اپنے اوپر نافذ کرے۔

بقیہ: اداریہ

کراچی بھیجنی ہوں گی۔ بظاہر یہ اعلان خوش کن نظر آتا ہے لیکن عملی صورت میں عازمینِ حج سے جو ظلم روا رکھا جاتا ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس قسم کی صورتِ حال سے دو چار رہ چکے ہوں ——— ہم نے بارہا یہ گذارش کی ہے کہ محکمانہ کوتاہیوں کی سزا بے چارے عازمینِ حج کو نہ دی جاتے۔ مثلاً اس قسم کی بے شمار مثالیں ہمارے علم میں ہیں کہ پرانی درخواستوں کی پڑتال کرتے وقت اگر کسی پرانے درخواست فارم پر متعلقہ دفتر کی مہر نہ ملی تو اسے بغیر تصدیق و توثیق کے جعلی قرار دے کر مسترد کر دیا گیا۔ یعنی اگر کسی دفتر کے متعلقہ کلرک نے مہر نہ لگائی تو اس کی سزا بھی درخواست کنندہ کو بھگتنا پڑی۔

۴۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ ہر قسم کی درخواستیں متعلقہ دفاتر میں یکم اکتوبر سے ۱۴ر اکتوبر تک ہی وصول کی جا سکیں گی۔ گذشتہ ۲۳ سال میں شاید یہ پہلا موقعہ ہے کہ عازمین حج کی درخواستیں متعلقہ دفاتر میں پہنچانے کے لیئے اتنا کم وقت دیا گیا ہے۔ ملک کے بعض حصے ایسے ہیں جہاں سے رجسٹرڈ خطوط کراچی پہنچانے کے لیئے سات یوم کا وقت درکار ہوتا ہے اس طرح ان علاقوں کے لوگ اگر ۷ر اکتوبر کو اپنے فارم (DESPATCH) کریں تو وہ وقتِ مقررہ تک کراچی پہنچ سکیں گے۔ اس طرح رقم وغیرہ کے انتظام کے لیئے انہیں صرف ایک ہفتے کا وقت مل سکا ——— اربابِ اقتدار کو ملک کے دُور افتادہ علاقہ کے دیہاتیوں کی مشکلات کا علم نہیں جو سال بھر پیسہ پیسہ جمع کر کے کسی صاحبِ حیثیت دکاندار، آڑھتی یا کاروباری شہریوں کے پاس رکھتے ہیں تاکہ اس کے پاس رہ کر کسی مَد میں خرچ نہ ہو جائے۔ اور اتنی کم مدت میں اگر ان کو ایک آدھ ہفتہ انتظار کرنا پڑا تو وہ کہاں جائیں گے۔ اتنی کم مدت میں ملک کے کونے کونے سے درخواستیں وصول کرنے کا اعلان بیشمار شکوک پیدا کرتا ہے۔ اربابِ اختیار کو اپنی حج پالیسی پر مختلف زاویوں سے نظر ثانی کرنی چاہیئے اور درخواستیں وصول کرنے کی مدت کم از کم ایک ماہ ضرور مقرر کرنی چاہیئے۔ پندرہ روز کا عرصہ عازمین حج کے لئے افراتفری کا باعث بنے گا۔

آہ! جمال عبدالناصر

متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جناب جمال عبدالناصر دل کا دورہ پڑنے سے اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

عالمِ اسلام کے اس بطلِ جلیل کی مرگِ ناگہانی عالمِ اسلام خصوصاً اہلِ عرب کے لئے جبکہ سامراجی سازشوں کی وجہ سے سرزمینِ عرب پر آگ برس رہی ہے ایک ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے ——— صدر ناصر کا وجود سامراجی منہ پر ایک طمانچہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

جمعیت علماءِ اسلام کے رہنماؤں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، حضرت مولانا عبیداللہ انور، مولانا مجاہد الحسینی مدیر خدام الدین نے مصری حکومت اور عوام کے نام تعزیتی پیغامات ارسال کئے ہیں۔

ادارہ خدام الدین اپنے عرب بھائیوں کے اس ملی اور ملکی سانحہ عظیم میں برابر کا شریک ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

جناب جمال عبدالناصر اور ان کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ ملی خدمات پر تفصیلی مضامین اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

ارشادات

شاہنواز، محمد شان، مصری شاہ، لاہور

- اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس سے زائد کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے۔
- جس کو مسلمان بھائی کا غم نہ ہو وہ میری امت میں سے نہیں۔
- پڑوسی کو تنگ کرنے والا دوزخی ہے اگرچہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ دار رہے۔
- قیامت کے روز غریب ہمسایہ امیر ہمسایہ کا دامن گیر ہوگا۔
- جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب نہ دو ۴

۴۔ جب تک کہ وہ پہلے سلام نہ کرے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

دروس القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

سُورۃ الفاتحۃ: ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

نزول سورۃ فاتحہ مکّی سورت ہے۔ اور ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور جب نماز فرض ہوئی تو اسی زمانہ سے نماز میں پڑھی جانے لگی۔

نام سورۂ فاتحہ کے متعدد نام ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ الفاتحہ۔ اس کو فاتحہ اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا افتتاح اس سے ہوتا ہے۔

۲۔ الحمد اس لئے کہ یہ سورت خدا کی حمد سے شروع ہوتی ہے۔

۳۔ السبع المثانی یعنی سات آیتیں دہرائی ہوئیں۔ اس سورت میں سات آیات ہیں جنہیں ہر نماز اور ہر رکعت میں دہرایا جاتا ہے۔

۴۔ وافیہ پوری ہونے والی، کیونکہ ہر رکعت میں یہ پوری پڑھی جاتی ہے۔

۵۔ کافیہ کافی ہونے والی۔ کیونکہ قرآن حکیم کے سارے مضامین پر اجتماعی طور پر کافی ہونے والی ہے

۶۔ الشفاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سورت موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔

۷۔ ام القرآن یا امّ الکتاب اُمّ ہر چیز کی اصل کو کہتے ہیں۔ اس سورت کے مضامین قرآن حکیم کے سارے مضامین کی اصل اور جڑ ہیں۔ یہ مضامین بمنزلہ بیج کے ہیں اور سارے قرآن حکیم کے مضامین بمنزلہ درخت کے ہیں۔ سورۂ فاتحہ میں قرآن حکیم کے مضامین کا ایک اجمالی خاکہ پایا جاتا ہے جس کی تفصیل سارا قرآن حکیم ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی تعلیم کا ماحصل اصلاحِ عقائد و اعمال ہے اور یہ دونوں چیزیں اس میں موجود ہیں۔

۸۔ الکنز یعنی خزانہ۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا — سورۂ فاتحہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

۹۔ الاساس یعنی بنیاد اور یہ سورت سارے قرآن حکیم کی بنیاد ہے۔

خلاصہ مضامین سورہ فاتحہ

یہ سورت سارے قرآن حکیم کے مضامین کا اجمالی نقشہ ہے۔ عقائد اسلامی کے اصل الاصول تین عقیدے ہیں۔ اوّل توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں وحدہ لا شریک لہٗ ماننا۔ دوم رسالت یعنی سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچّا اور آخری رسول جاننا — سوم مجازات یعنی قیامت کا قائل ہونا۔ ان کے علاوہ قرآن مجید پر ایمان لانے کے متعلق بھی کہا گیا ہے چنانچہ قبل از ہجرت نازل شدہ مکّی سورتوں میں انہی چیزوں پر زور دیا گیا ہے۔ یعنی انہیں مخالفین کے ذہن نشین کرانا، ان کے متعلق شکوک و شبہات کا رفع کرنا، انہیں ماننے والوں کو جزائے خیر اور نہ ماننے والوں کی سزاؤں کا ذکر ہے۔

سورۂ فاتحہ میں توحید، رسالت اور قیامت کا ذکر ہے۔ توحید کا ذکر الحمد للہ رب العالمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ میں ہے۔ قیامت کا ذکر ملٰک یوم الدین میں ہے اور رسالت کا ذکر انعمت علیہم میں ہے۔ اس منعم علیہ گروہ میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ؕ (النساء ۴: ۶۹)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمانبردار ہو تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں"

قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ

قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ اصلاحِ عقائد و اعمال ہے۔ اور اصلاحِ اعمال کے لئے سب سے پہلے اصلاحِ عقائد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اعمال خیالاتِ قلبی و دماغی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر خیالات صحیح ہو جائیں تو اعمال بھی صحیح صادر ہوں گے عقائد پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ اس کی درستگی کے بغیر اعمال مقبول نہیں ہوتے۔ غیر مومن بھی اعمالِ صالح کرتے ہیں لیکن ایمان نہ ہونے کے باعث مقبول نہیں ہوتے البتہ دنیا میں انہیں ان اعمال کی جزا مل جاتی ہے۔ مقبولیت کے لئے ایمان شرط ہے۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝

(النحل ۱۶: ۹۷)

"جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو وہ کرتے تھے"

عقائد کی درستگی کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اللہ کے برگزیدہ بندوں کے نقشِ قدم پر چلیں اور مردود ہستیوں کے راستے سے ہٹ جائیں۔ چنانچہ

(باقی صہ۹ پر)

حالات و واقعات

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ادریس انصاری خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ

جوہر ایمان کا سامان فرمایا — اصل دولت ایمان ہے اگر یہ حاصل ہے تو سب کچھ حاصل ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اللہ کی نعمتیں بے اندازہ ہیں لیکن اس دورِ فتن میں جو ہے، خلاف شریعت ہے، عقائد بھی درست نہیں، اعمال بھی درست نہیں۔ اس ماحول میں اگر کسی کے دل میں یہ خیال آ جائے کہ کوئی اللہ کا بندہ ہے۔ چلو اس کے پاس چلو۔ یہ نعمت ایمان اور جوہر ایمان کا سامان بن رہا ہے۔ جب چل پڑے۔ تو یہ دوسری نعمت ہے اور جب ان سے لے لیا تو یہ تیسری نعمت ہے اور اس نعمت پر استقلال رکھنا چوتھی نعمت ہے۔

ایمان ایک جوہر ہے جس پر شیاطین، انسان اور جنات سب حملہ آور ہیں، تم اس کی حفاظت کرنا۔

فرمایا۔ لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ تسخیر کا عمل بتا دو۔ میں صحیح کہتا ہوں کہ میں نے کبھی تسخیر کا عمل نہیں کیا۔ البتہ تسخیر نفس کا نسخہ کیا ہے اور وہی بتاتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ روزی کی برکت کا عمل بتاؤ۔ میں کہتا ہوں تقوے کے تعویذ کو اپنے گلے میں ڈال لو۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کے لئے (مضرتوں مشکلوں اور نقصانات سے نکلنے کی) راہ نکال دیتا ہے۔ اور روزی پہنچاتا ہے اس کو ایسی جگہ سے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

شاہ احمد سعید دہلویؒ فرمایا حضرت شاہ احمد سعید مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تمام سرمایہ دہلی میں رہ گیا اور سو نفر آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے پاس اللہ کے نام کے سوا اور کچھ نہ تھا مدینہ منورہ میں حضرت شاہ صاحب بیعت کرتے اور حدیث پڑھاتے تھے۔ خالدالشریف (گورنر مدینہ) حضرت سے بیعت ہو گیا۔ اس نے کچھ عرصے کے بعد عرض کیا۔ حضرت! دولت عثمانیہ (ترکی حکومت) نے حضرت کے لنگر کے لئے اس قدر اشرفیاں مقرر کی ہیں۔ آپ دستخط فرما دیا کریں اور رقم لے لیا کریں۔ حضرت نے فرمایا۔ بتاؤ ایک شخص روزے دار ہے اور اس کے روزہ کھولنے میں پانچ منٹ باقی ہیں کیا آپ اس کو روزہ کھولنے کے لئے کہیں گے؟ میری مثال اسی روزہ دار کی ہے یعنی ساری عمر تو حکومت سے لیا نہیں اب مرنے کے وقت بھی نہیں لوں گا۔ حضرت نے تو نہیں لیا مگر وہ روپیہ حکومت کے خزانے میں جمع ہوتا رہا۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء کو مل گیا۔

ایک موقع پر مولانا عبدالغنیؒ نے فرمایا۔ حضرت! اگر آپ وظیفہ اپنے لئے نہیں لیتے تو بچوں کے لئے لے لیں۔ حضرت خاموش ہو گئے اور گینیوں کی بھری ہوئی تھیلی دے گیا۔ اور آناً فاناً غائب ہو گیا۔ مولانا محمد مظہرؒ نے پوچھا۔ حضرت! یہ کون تھا۔؟ فرمایا۔ مَظْهَرَ الْاَسْرَارُ لَا تُظْهَرُ — مظہر یعنی راز کی باتیں ظاہر نہیں کی جاتیں۔ یہ شخص رجال الغیب سے بھیج ہے ؎

وَمَنْ يَّكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهٖ وَالْفَوْزُ وَالظَّفَرُ

ترجمہ۔ جس کی مدد اللہ کے رسولؐ کی طرف سے ہو جائے پس فتح و کامیابی اس کے غلام و سپاہی ہیں۔

مولانا خالد کُردیؒ فرمایا۔ علم اگر غافل کرنے والا ہے تو وہ بھی دنیا ہے — علم ہے اور خشیت نہیں تو کچھ نہیں۔ عمل ہے اور اخلاص نہیں تو کچھ نہیں۔ حضرت قریشیؒ فرمایا کرتے تھے۔ علم سیکھو، اللہ کے لئے۔ اور مولانا خالد کا واقعہ سنایا کہ مولانا خالد کردیؒ بہت بڑے جیّد عالم تھے مگر مولانا فرماتے ہیں کہ حصولِ علم کے بعد بھی دل خالی خالی معلوم ہوتا تھا خیال ہوا کہ روضۂ اقدس کی زیارت کو جاؤں، حج کروں اور کسی شخص سے مل کر اس کا تدارک کروں۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچے وہاں (مسجد نبویؐ) میں کچھ خاص لوگوں کا مجمع دیکھا ان میں ایک یمانی فقیر تھے۔ حاضرین سے انہوں نے فرمایا۔ دیکھو خدا کی تین نعمتیں ایسی ہیں، وہ جس کو مل جائیں وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ ایک علم کی دولت، دوسرے عقیدہ اہل سنت والجماعت اور تیسرے نسبت نقشبندیہ۔ مولانا خالد کردیؒ کہتے ہیں — میں نے کہا۔ الحمد للہ ا دو نعمتیں تو مجھے حاصل ہیں، تیسری کے واسطے دعا فرمائیں۔ اور پھر کہا میں مکے جا رہا ہوں کچھ نصیحت فرمائیں۔ فقیر نے فرمایا۔ بیت اللہ جا کر کسی پر اعتراض نہ کرنا اور بیت اللہ کا ادب پوری طرح کرنا — مولانا خالدؒ بیت اللہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص بیت اللہ کے پشتے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے خیال کیا، یہ بڑے بے ادب ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا تو اس شخص نے کہا۔ نَصِيْحَةُ الشَّيْخِ الْيَمَانِيْ۔ کیا تو شیخ یمانی کی نصیحت کو بھول گیا۔ مولانا خالدؒ کو اسی وقت خیال آیا۔ یہی شخص صاحب نسبت ہے۔ اس سے حاصل کرو۔ اُن سے عرض کیا تو انہوں نے کہا۔ دہلی جاؤ۔ تمہارا حصہ وہاں ہے۔ اشارہ تھا حضرت

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مجلسِ ذکر

اپنا ووٹ دیانتداری سے استعمال کیجئے

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ـــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ : فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؛ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :

بزرگانِ محترم و معزز حاضرین!
مجلس ذکر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اصلاحِ حال کے لئے کچھ نہ کچھ فرماتے رہتے تھے۔ انہی کے اتباع میں یہ سیہ کار بھی اپنی معروضات پیش کرتا رہتا ہے۔

ہماری جماعت جہاں اللہ اللہ کرنے والی جماعت ہے وہیں دینِ حقّہ کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے والی جماعت بھی ہے۔ ہمارے اکابر نے مسجدوں کو بھی آباد کیا اور قومی اور ملّی پیمانے پر بھی خدمات انجام دیں۔ ہم فخر سے سر بلند کرکے کہہ سکتے ہیں کہ جب بھی ہمارے اکابر نے یہ دیکھا کہ اب کنارے بیٹھنا مناسب نہیں ہے وہ میدانِ عمل میں کودے اور مردانہ وار حالاتِ ناسازگار کا مقابلہ کیا۔ ہمارے حضرت رح پیرانہ سالی اور فالج کے عارضہ کے باوجود ہر موقعہ پر سینہ تان کر ملّی تحریکوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ بارہا قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں لیکن کبھی بھی ان کے پائے ثبات متزلزل نہ ہوئے۔ آپ نے ہر جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہا۔ ایوب خاں جیسے آمر کو شرعی قوانین نکاح و طلاق میں دخل دینے پر ٹوکا ہی نہیں بلکہ اس کو چیلنج کیا۔ سکندر مرزا جیسے متکبّر حکمران کا نام لے کر اسے پکارتے رہے اور اسی طرح ہر حاکم وقت کو صحیح راستہ دکھاتے رہے۔ ہم بھی انہی کے نام لیوا ہیں۔ ہم پر بھی اب بہت بڑی ذمہ داری کا وقت آ رہا ہے اگرچہ یہ انتخابات کا طریقہ شریعتِ اسلامیہ میں مروّج نہیں ہے لیکن چونکہ پُرامن طور پر اختیارات منتقل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے بامرِ مجبوری جمعیۃ علماءِ اسلام نے بھی اس دوڑ میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ علماء نے بار بار اسلامی قوانین کا مطالبہ کیا اور ہر بار دھوکہ کھایا اس لئے اب بہ نفسِ نفیس ہر جگہ سے علماء کو کھڑا کیا جا رہا ہے۔ علماء کے پاس نہ کروڑوں روپوں کی پونجی ہے نہ ہی وہ دغا فریب اور مکاریاں جانتے ہیں وہ محض حق کی سربلندی کے لئے میدان میں آئے ہیں۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مخلص رہنماؤں کی ہر ممکن اعانت کرے۔

یاد رکھیے علماء ہی کا گروہ ایک ایسا گروہ ہے جو ملک میں صحیح اسلام نافذ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے آج ہر پارٹی کے منہ میں اسلام اسلام کا لفظ ہے مگر یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ علماءِ اسلام کو کامیاب بنائیے۔ انشاء اللہ علماءِ اسلام آپ کو خلافتِ راشدہ کے گذرے ہوئے زمانے پھر لا کے دکھا دیں گے جن کو دیکھنے کے لئے ہر سچا مسلمان بے تاب ہے۔ قوم کا ایک ایک فرد اپنی اپنی جگہ اگر سوچ سمجھ کر قدم رکھے گا تو انشاء اللہ فتح حق کی ہو گی۔ نوٹوں سے ووٹوں کو حاصل کرنے والے بھی سرگرم عمل ہوں گے۔ لیکن اپنے ایمان کو بچانا اور حق بہ حق دار رسید کرنے کی ذمہ داری پوری کرنا ہر شخص کا اخلاقی فرض ہے۔

اللہ تعالٰی اس ملک میں جلد از جلد اسلامی قوانین نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ کمیونزم کا بھوت دروازے پر کھڑا ہے۔ سرمایہ داروں کو اگر اپنی خیریت مطلوب ہے تو سیدھے طریقے سے اسلام کی پناہ گاہ میں آ جائیں اور یقین رکھیں کہ "اسلام" اسلام کے پیروکاروں یعنی علماءِ اسلام کے پاس ہے۔ انشاء اللہ علماء آپ کو کبھی دھوکہ نہ دیں گے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

بقیہ: دروس القرآن

آخر میں اپنے آپ کو محبوبین کے مسلک پر چلانے اور مغضوبین کے مسلک سے بچانے کے لئے دعا ہے۔ اگر عقائد درست ہو گئے اور محبوبین کا مسلک اختیار کر لیا اور مغضوبین کے مسلک سے بچ گئے تو نتیجہ فوزاً العظیم ہے۔ سارے قرآن کا یہی خلاصہ ہے۔

حضرت رح کے زرّیں ارشادات

- کان کھول کر سن لو، اسلامی تعلیم ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ نماز، اذان اور مسجد سے ربط پیدا کرو۔ جو اللہ کے گھر میں آئے گا وہ خالی نہ جائے گا۔ جو نہیں آتا اس کو بلا کر بھی نہیں دیا جاتا۔
- ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔ ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔

ایک انقلابی رہنما کی یاد میں

محمد مقبول عالم بی۔ اے

امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۱۰ر مارچ ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوئے اور ۲۱ر اگست ۱۹۴۴ء کو اپنی ۷۲ سالہ انقلابی زندگی گزار کر عالم جاودانی کو سدھار گئے۔

اُن کا پہلا انقلابی قدم آغاز جوانی کے وقت اپنے آبائی دین کو ترک کرکے اسلام کے انقلابی دین کو قبول کرنا تھا۔

پھر انہوں نے علوم اسلامیہ حاصل کرنے اور انہیں پوری طرح سے سمجھنے کے لیے اپنی انقلابی طبیعت سے کام لیا اور علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

جب انہیں حکیم الامت حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی فکر و فلسفہ کا علم ہوا تو انہوں نے اسے اپنے انقلابی ذوق کے عین مطابق پایا۔ اب وہ اس کے داعی بن گئے۔

پھر اپنے مشفق استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ایماء پر ایک پارٹی کی تشکیل کی جو پہلے جمعیۃ الانصار کہلائی اور پھر وہ جمعیۃ العلماء بن گئی۔ گویا تاریخ برعظیم میں علماء کرام کی قوت کو ایک پارٹی کی صورت میں منضبط کرنے والے اور اسلامی انقلاب کی داغ بیل ڈالنے والے امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے۔

پھر اُن کا بڑا انقلابی کارنامہ یہ تھا کہ اپنے استاد کے حکم سے افغانستان پہنچے اور حکومتِ افغانستان کو اپنا ہم خیال بنا کر امیر امان اللہ خاں سے انگریزوں پر حملہ کرایا۔ اس سے برعظیم پر انگریز کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور افغانستان کو بھی استقلال نصیب ہوا۔

پھر اُنہوں نے روس اور ترکی کے انقلابات کا براہ راست مطالعہ کرکے اپنے فکر کو پختہ اور تجربے کو وسیع کیا۔ اس سے اُن کے اندر وسعت خیال پیدا ہوئی اور انقلابی تحریکات کی نفسیات اور اُن کے ارتقائی مراحل کا علم ہوا۔

پھر انہوں نے استنبول سے ۱۹۲۴ء میں برعظیم کے لیے وہ عظیم الشان انقلابی منشور شائع کیا جس میں سب سے پہلے تقسیم برعظیم کا نظریہ پیش کیا تاکہ مسلمان انگریزوں کے جانے کے بعد ہندو اکثریت سے محفوظ ہو جائیں۔ اسی طرح انہوں نے برعظیم کے اندر ایک مسلم ریاست قائم کرنے کے لیے جامع منصوبہ دیا جس میں فکر ولی اللّٰہی کو بنیاد بنایا۔ اس میں سرمایہ داری کو ختم کرکے عوام اور محنت کش طبقے کی خوشحالی کے لیے پورا معاشی پروگرام دیا اور لادینیت کے مقابلے میں اخلاقی و روحانی ضابطہ بھی دیا۔

پھر جب انہوں نے اپنی انقلابی بصیرت سے دیکھا کہ اب انگریز برعظیم سے جلدی چلا جائے گا، تو اپنی ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد ۱۹۳۹ء میں خود سرزمین حجاز سے واپس وطن تشریف لائے تاکہ وہ نوجوانوں کو فکرِ ولی اللّٰہی سے آگاہ کریں اور انہیں بتائیں کہ وہ اسے اپنے فکر کی بنیاد بنائیں اور اس پر اپنا معاشرہ اور آزاد مملکت تعمیر کریں۔

پھر آپ اپنے بڑھاپے کے باوجود سارے برعظیم میں پانچ برس تک پھرتے رہے اور نوجوانوں کو دعوت فکر دیتے رہے۔

پھر آپ نے اپنے بعد فکر ولی اللّٰہی کی نشر و اشاعت کرنے اور نوجوانوں کو اس فکر کی تعلیم دینے کے لیے مدرسے اور کالج قائم کرنے کے لیے ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء کو "ولی اللہ سوسائٹی لاہور" کی بنیاد رکھی اور "ولی اللہ کالج" قائم کرنے کا پروگرام شائع کیا تاکہ نوجوان اس فکر سے بہرہ ور ہو کر اور "ولی اللہ پارٹی" کی تشکیل کرکے ملک کی سیاسی رہنمائی کریں۔

آخر آپ مرض الموت میں مبتلا ہوکر کراچی سے دین پور شریف تشریف لائے اور چند روز بعد آپ رمضان کی دوسری تاریخ کو روزے کی حالت میں نماز عصر کی اذان کے بعد بتاریخ ۲۱ر اگست ۱۹۴۴ء واصل بحق ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال سے تین سال بعد آپ کی انقلابی بصیرت کے مطابق جس کا اعلان آپ نے اپنی آمد کے وقت کیا تھا، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برعظیم تقسیم ہوگیا اور پاکستان کی آزاد اسلامی مملکت معرضِ وجود میں آگئی۔ اسی طرح سے آپ کے مشن کا ایک حصہ پورا ہوگیا۔

اب اس مملکت کو اسلامی نظام کا نمونہ بنانا اور اسے امامتِ اقوام کے لیے تیار کرنا باقی ہے۔

پاکستانی مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اٹھیں اور فکر ولی اللّٰہی کا مطالعہ کریں اور اس کی نشر و اشاعت اور درس و تدریس کا انتظام کریں تاکہ ایک ایسی جماعت منظم ہو جائے جو امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے باقی مشن کو پورا کردے۔ واللہ المستعان۔

بقیہ: مولانا عبدالغفور مدنیؒ

شاہ غلام علی شاہؒ کی طرف۔ چنانچہ یہ ہندوستان پہنچے اور پہلے پانی پت گئے تو وہاں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ مولانا نے اپنا حال بیان فرمایا تو حضرت قاضی صاحب نے ان کو توجہ دینی شروع کی تو درمیان میں حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کی صورت مثالی سامنے آگئی۔ حضرتؒ نے توجہ بند کر دی اور فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کے پاس دہلی جاؤ۔ آپ کا حصہ وہاں ہے۔ ادھر شاہ غلام علی صاحبؒ نے اپنے خدام سے فرمایا۔ کہ ایک بہت بڑا عالم عربستان سے بھیجا ہوا آرہا ہے اگر میں سفر میں چلا جاؤں تو تم اس کا "اکرام" کرنا۔ چنانچہ مولانا خالدؒ حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرتؒ نے مرید کیا اور نو ماہ حضرتؒ کی خدمت میں رہے۔ مگر مولانا خالدؒ نے اپنے ذمّے یہ خدمت لی کہ پانی کی مشکیں بھر بھر کر خانقاہ کے حمام کے لئے لاتے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فضل فرمایا۔ تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا۔ جاؤ۔ اپنے علاقے میں نسبت کو پھیلاؤ۔ مولانا نے عرض کیا۔ حضرت! وہاں اس طریقہ کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں وہاں سلسلہ رفاعیہ شاذلیہ وغیرہ چالو ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ سب تمہارے تابع ہوں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس علاقے میں مولانا خالدؒ ایسے چمکے کہ اس علاقے کے لوگوں میں جس سے ملو وہ خود کو خالدی کہتا گویا کہ اتنے مقبول ہوئے کہ ان کے نقشبندی سلسلہ کا نام ہی خالدی مشہور ہو گیا۔

مقدّس تریں خواتین

محمد سلیم ضیاء، لاہور

حضرت مریمؑ

حضرت مریم عمران بن الاسان کی بیٹی تھیں۔ ان کا شجرہ نسب حضرت سلیمان تک جا پہنچتا ہے۔

آپ ایک نہایت اونچے درجے کی زاہدہ و عابدہ خاتون تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ جن کا نام حنہ تھا بڑی نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت حنہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے دعا مانگی کہ اگر اب کی بار لڑکا پیدا ہوا تو میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ لیکن لڑکی پیدا ہوئی تو وہ بہت رنجیدہ ہوئیں اور اللہ تعالےٰ سے نرم لہجہ میں شکوہ کیا تو غیب سے آواز آئی۔

"پس اس کے رب نے اسے
اچھی طرح قبول کر لیا۔ اور
اس کو اچھی طرح سے بڑھائیگا"
(قرآن حکیم)

پھر حضرت زکریا نے حضرت مریم کی پرورش کا ذمّہ لیا۔ جب وہ سات سال کی تھیں انہوں نے آپ کو اپنے قریب علیحدہ حجرہ رہنے کے لئے دیا۔ لیکن جب بھی حضرت زکریّا ان سے ملنے جاتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ ان کے پاس بے موسم کے میوے اور پھل وغیرہ قرینے سے چنے ہیں۔ وہ حیران ہوکر پوچھتے کہ مریم! یہ تیرے لئے کہاں سے آیا ہے؟ تو جواب ملتا کہ یہ سب اللہ نے بھیجے ہیں۔ اس کے بعد قرآن کی زبان میں اللہ نے ان کو بشارت دی:

"اے مریم! بے شک اللہ نے
تجھ کو چن لیا ہے اور پاک
کیا ہے ——— اور
تجھ کو عالم کی عورتوں پر
فضیلت دی ہے"۔

جب آپ جوان ہوئیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے حضرت ڈر گئیں۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا "میں تیرے اللہ کا ایلچی ہوں، یہاں آیا ہوں کہ تجھ کو ایک سمجھ دار اور پاکیزہ بچہ دوں"۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ میں تو کنواری ہوں، میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اور کہا "اس طرح" اور وہ امّید سے ہو گئیں۔

جوں جوں دن گذرنے گئے حضرت مریمؑ کی پریشانی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور رسوائی کے ڈر سے رو رو کر برُا حال ہو رہا تھا۔ جب بچّے کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو حضرتِ مریم کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ بیت المقدس سے نکل کر ایک میدان میں کھجور کے درخت کے نیچے چلی جائیں اچانک ان کا خالہ زاد بھائی یوسف ادھر آ نکلا اس نے تمام حالات سنے اور انہیں بیت اللحم میں لے گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے کھجور کے سوکھے ہوئے درخت کو سرسبز کر دیا اور قریب ہی ایک صاف و شیریں چشمہ بہہ نکلا۔

فرشتوں نے حضرتِ مریمؑ کو مبارکباد دی۔ اور غمگین نہ ہونے کی تلقین کی قرآن میں ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ بول اٹھے۔ "اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مرونگا اور جس دن زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔ (مریم ۱۹: ۳۳)

جب حضرت مریمؑ کو تکلیف سے سکون ملا تو رسوائی اور تہمت کا غم بہت زیادہ ستا رہا تھا۔ پھر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ اور اللہ نے حکم دیا کہ جب کوئی اس سے دریافت کرے تو وہ خود کسی سے گفتگو نہ کرے اور بچّے کی طرف اشارہ کر دیں اور خود اشارہ سے بتا دیں کہ میں نے اللہ کا روزہ خاموشی کے لئے رکھا ہے۔ اس لئے کسی سے کلام نہ کروں گی۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس آئیں تو چاروں طرف ایک سنسنی سی پھیل گئی اور لوگوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کر دیں۔ تب حضرت عیسیٰؑ ماں کی گود میں بول اٹھے:-

"میں خدا کا بندہ ہوں، مجھ
کو اللہ نے کتاب دی ہے۔
اور مجھ کو نبی بنایا ہے"۔

اسی زمانے میں یروشلم کا بادشاہ ہیروڈیس تھا جو بڑا ظالم اور بے انصاف تھا کسی نے اسے کہہ دیا تھا کہ یہودیوں کا ایک لڑکا تیری جان کا گاہک بنے گا۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کا حال سن کر وہ بہت گھبرایا۔

بائیبل کے بیان کے مطابق یوسف کو خواب میں ایک فرشتہ نظر آیا۔ اور بولا۔ "اٹھ، اور لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا۔ اور جب تک میں تجھے خبر نہ دوں وہیں رہ۔ کیونکہ ہیروڈیس اس لڑکے کو ہلاک کر ڈالنے کے لئے ڈھونڈیگا"۔

پس یوسف رات ہی کو حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت مسیحؑ کو بچپن ہی سے مذہبی باتیں سننے کا بڑا شوق تھا۔ جب ان کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو ان کی والدہ اپنے وطن شہر ناصرہ لوٹ آئیں کیونکہ ہیروڈیس اس جہان سے رخصت ہو چکا تھا۔

حضرت مریمؑ کی زندگی پاکیزگی اور صبر و رضا کی مکمل تصویر تھی۔ قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جبریل ان کے پاس اللہ کے احکام لے کر آتے رہے۔

حضرتِ آسیہ رضؓ

یہ وہ خاتون محترم ہیں جن کی تعریف اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے۔ آپ قوم بنو اسرائیل میں سے تھیں۔ بے حد حسین و جمیل اور نیک خاتون تھیں۔ فرعون نے آپ کی نیکی اور حسن و خوبی سے متاثر ہوکر شادی کر لی تھی۔ ایک روز وہ

دریا کے کنارے فرعون کے ساتھ سیر کر رہی تھیں کہ ایک صندوق دیوارِ محل کے ساتھ آ لگا۔

فرعون نے اسے کھولنے کی بے حد کوشش کی مگر صندوق نہ کھلا۔ تب حضرت آسیہ نے خدا کا نام لے کر اسے کھولا تو دیکھا کہ ایک بچہ اس میں بڑے اطمینان سے بیٹھے انگوٹھا چوس رہا ہے۔ آپ نے اس بچے کی پرورش کا ذمہ لے لیا۔

ایک دفعہ فرعون نے اس بچے کو قتل کرنا چاہا تو قرآن مجید کے مطابق حضرت آسیہ نے یہ کہتے ہوئے فرعون کو اس کے ارادے سے باز رکھا:۔

"یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل نہ کر۔ ممکن ہے کہ یہ ہم کو نفع دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں۔ اور وہ نہ سمجھتے تھے۔"

جب اس لڑکے نے بڑے ہو کر اللہ کے حکم کی تعمیل میں نبیٔ برحق ہونے کا اعلان کیا تو یہ شرف و تقدس حضرت آسیہ کو ہی حاصل ہوا کہ وہ سب سے پہلے ان کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔

جب فرعون کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے حضرت آسیہ کو سخت تکالیف دیں۔ مگر آپ نے دوبارہ کفر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر فرعون نے اس نیک خاتون کو تیل کے کھولتے ہوئے کڑاہے میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زاہدہ تھا اور والد کا نام خویلد تھا جو اسد بن عبدالعزیٰ کے بیٹے تھے۔ آپ کا ایک بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائی کا نام عوام تھا جن کے بیٹے حضرت زبیر صحابیؓ رسول تھے۔ بہنوں کے نام ہالہ اور امیمہ تھے۔

آپ ۵۵۶ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ بچپن مکہ کی گلیوں میں گذرا بے حد پاک دامن اور بلند سیرت تھیں۔ لوگ طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کے والد نے اوائل عمر میں ہی تجارتی اغراض کے لئے کافی پونجی جمع کر دی تھی۔ جب ذرا بڑی ہوئیں تو آپ کی نسبت ورقہ بن نوفل سے قرار پائی مگر کسی وجہ سے نہ ہو سکی۔ اور نسبت ٹوٹ گئی۔

آپ کی پہلی شادی ابوہالہ بن زراہ سے ہوئی جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہند تھا اور دوسرے کا حارث۔ اسی وجہ سے آپ کی کنیت اُمّ ہند تھی۔ ابوہالہ بن زراہ کے انتقال کے بعد بیوہ ہو گئیں۔ پھر آپ کی شادی ایک اور شریف النفس انسان عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی۔ وہ بھی جلد ہی فوت ہو گیا۔ تیسرا نکاح آپ کے چچیرے بھائی صیفی بن امیہ سے ہوا مگر وہ بھی جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان پے در پے صدمات سے آپ نے ارادہ کر لیا کہ اب مزید کوئی شادی نہیں کریں گی۔

آپ کا کاروبار بڑا وسیع تھا۔ ان کے کارندے شام و حجاز کے کونے کونے میں جاتے اور مال کی خرید و فروخت کا اہتمام کرتے۔

تجارت کے دوران انہوں نے ایک دن حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دیانت داری اور راست گوئی کا ذکر سنا تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایسے آدمی کو وکیل تجارت بنا کر بھیجا جائے اور فیصلہ کرتے ہی اپنے غلام میسرہ کو بھیجا جسے آپؐ نے قبول کر لیا۔

جب حضورؐ سارا مال فروخت کر کے بصرہ سے واپس آئے تو سارا منافع حضرت خدیجہ کو دے دیا وہ بہت خوش ہوئیں —— ان کی دیانتداری اور پاکبازی سے متاثر ہو کر آپؓ نے شادی کا پیغام بھیجا جسے حضرت ابو طالب نے قبول کر لیا۔

چنانچہ ۵۹۶ء میں آپ کی شادی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوئی۔ آپ کی عمر اس وقت چالیس سال اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک پچیس برس تھی۔

حضرت خدیجہؓ اپنے شوہر کی بیحد اطاعت گذار تھیں۔ حضورؐ بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے ان کی پسند و ناپسند کا خیال رکھتے تھے۔

آپؓ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سب سے پہلے ایمان لائی تھیں جبکہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلانِ نبوت فرمایا تھا۔

حضورؐ سے ان کی مندرجہ ذیل اولادیں ہوئیں:۔

۱۔ سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے جو سات دن زندہ رہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ جن کا لقب طاہرؓ طیّب تھا۔ مکی زندگی میں ہی انتقال کر گئے۔

۳۔ چار لڑکیاں (۱) حضرت زینب جن کی شادی ان کی اپنی بہن ہالہ کے بیٹے ابوالعاص سے ہوئی۔

(۲) حضرت رقیہ جن کی پہلی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ اور پھر طلاق ملنے پر حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔

(۳) حضرت ام کلثومؓ جن کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ دوسری شادی حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہؓ کی وفات (غزوہ بدر) کے بعد ہوئی (۴) حضرت فاطمہؓ جن کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ نے رمضان سنہ ۱۰ھ مطابق ۶۲۰ء میں وفات پائی۔ حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود قبر میں اتارا۔ مقام حجون میں دفن ہوئیں۔

حضرت فاطمہؓ

آپ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش اس سال ہوئی جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سندِ نبوت ملنے والی تھی۔ بچپن ہی سے نہایت نیک اور ذہین و باعصمت خاتون تھیں۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ بعض روایات کے مطابق سولہ سال عمر تھی۔

خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سیّدہؓ کی عبادت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ تمام رات خدا کے حضور میں کھڑی رہتی تھیں۔

کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپ کے منہ سے جو دعا بھی نکلتی تھی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مراسلات

ملتان شہر
۷۰-۹-۸

باسمہ سبحانہٗ

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

برائے کرم نوازی درج ذیل سطور اپنے مؤقر رسالہ میں شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں اور بہت بہتر ہوگا۔ اگر متذکرہ امور پر خدام الدین کی مجلس ادارت بھی اپنی رائے کا اظہار کرے اور اداراتی نوٹ کے ذریعہ حکام اور عوام کی راہنمائی فرمائے

بت کدوں کی ہڑتال

پاکستان کی تاریخ میں غالباً پہلی مرتبہ عامۃ المسلمین نے یہ خوشگوار خبر سنی ہے کہ فحاشی اور بے حیائی کے ابتدائی تربیتی مراکز (سینما) بوجہ احتجاجی ہڑتال غیر معین عرصہ کے لیے بند ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تقسیم ملک کے ساتھ ہی فلم سازی کا بت جلا دیا جاتا۔ اور پاکستان کے تمام صنم خانے (سینما) مقفل کر دئے جاتے۔ مگر شومئی قسمت کہ اسلام دشمن عنصر اور ماڈرن اسلام پسند کے گٹھ جوڑ اور اسلام سوز سازشوں کے باعث یہ فتنۂ دل و نگاہ پھلتے پھولتے کمالِ عروج کو پہنچ گیا ہے۔ اور آج اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے باوجود حکومت کو ہڑتال کی دھمکیوں سے مرعوب کرنے کی ناکام کوششیں جاری ہیں۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ گزشتہ بائیس ۲۲ سال میں راگ و رنگ کے طاؤس نواز سربراہوں (مالکان سینما) نے قومی اخلاق برباد کرنے کے علاوہ بے دریغ بدعنوانیوں کے ذریعہ ایکسائز ڈیوٹی کے کروڑہا روپے خورد برد کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے وضع کئے ہیں۔ اور جب کہ محاسبۂ اعمال کی نازک گھڑی سر پر آ گئی ہے تو پوری صنعت فلمسازی کے کل پرزوں نے کام بند کر دیا ہے۔ اور کئی روز سے ملک گیر ہڑتال جاری ہے۔ بعض فلمی دیوانوں نے تو اخبارات میں بھوک ہڑتال (خودکشی) کا نوٹس بھی شائع کرا دیا ہے۔ اور ایک آفت کی پڑیا شیطان کی گڑیا المشہور ملکۂ ترنم (نہ جائے جہنم) نے تو حکومت پاکستان کے عطا کردہ تمام اعزازات واپس کر دینے کا عزم بھی ظاہر کیا ہے۔ بہت سے سیاسی شکاریوں کی طرف سے اظہار ہمدردی کے بیانات بھی اخبارات میں چھپ رہے ہیں۔ اندریں حالات حکومت پاکستان کے تدبر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمانداروں میں بے حیائی کو فروغ دینے والے بدکردار عنصر سے ہرگز ہرگز کسی ہمدردی کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی اُن کا کوئی غیر معقول مطالبہ تسلیم کرے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو تمام صنم خانے (سینما) بیک وقت سربمہر کر دئے جائیں اور بحق حکومت پاکستان ضبط کر لیے جائیں بصورت دیگر چونکہ فلم انڈسٹری کے سربراہوں نے از خود بطور احتجاج ہڑتال کر کے سینما بند کر رکھے ہیں اور حکومت کو لاکھوں روپے یومیہ ایکسائز ڈیوٹی کا نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا آئندہ احترام جمعہ کے لیے ہر جمعہ کو لازمی طور پر ہفتہ وار تعطیل کا پابند کر کے سینما بند رکھے جائیں۔ اور رمضان المبارک کا پورا مہینہ تو خصوصی طور پر تمام سینما بند رہیں۔ محرم الحرام کے ابتدائی دس روز بھی تمام سینما بند رکھے جائیں۔

علاوہ ازیں آئندہ کے لیے مالکان کو سینماٹوگراف ایکٹ کی لائسنس سینما شرائط ۱۰ اور ۱۱ کا نہایت سختی سے پابند کیا جائے۔ اور خلاف ورزی کرنے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ مروجہ قانون سینماٹوگراف ایکٹ کی رو سے لاوڈ سپیکر، گراموفون بینڈ باجہ۔ ڈھول گھنٹی۔ ہارن۔ سیٹی سائرن یا آلات موسیقی کے ذریعہ فلموں کی مشتہری ممنوع ہے۔ اور اسی طرح قابل اعتراض پوسٹروں عریاں و حیا سوز فوٹو تصاویر کے بورڈ بینرز وغیرہ کی نمائش اور پبلسٹی بھی ممنوع ہے۔ نہ جانے اب تک تمام ضلعی حکام سینماٹوگراف ایکٹ کی مبینہ خلاف ورزیوں کو کیوں نظر انداز کرتے رہے ہیں۔ شہر کی دیواروں۔ سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر فلمی اشتہارات کی لکھائی اور پوسٹروں کے پلستر کے ذریعہ فلموں کی تشہیر ممنوع قرار دی جائے بعض متعلقہ حکام و افسران کو اکثر مفت سینما دیکھنے اور دوستوں کو مفت سینما دکھانے کی عادت ترک کر دینے کی ہدایات از سرنو جاری کی جائیں۔

چونکہ مولانا مودودی صاحب کے نزدیک سینما مباح بلکہ جائز ہے لہٰذا انہیں فلم سنسر بورڈ کا اعزازی ممبر نامزد کیا جائے۔ تاکہ سینما کے جائز اور ناجائز استعمال کا عقدہ حل ہو سکے۔

خیر طلب
فقیر عبدالواحد بیگ۔ ملتان شہر

اسلام کا نظام تقسیم دولت

ناقل محمد طاہر ناصر شکرگڑھی متعلم دارالعلوم جامعہ رشیدیہ ساہی وال؟

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تقسیم دولت کی بحث معاشی زندگی کے ان اہم ترین مباحث میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے آج کی دنیا میں عالمگیر انقلابات کو جنم دیا ہے اور عالمی سیاست سے لے کر ایک فرد کی نجی زندگی تک ہر شعبہ اس سے متاثر ہوا ہے صدیوں سے اس موضوع پر زبانی قلمی اور حربی معرکے گرم ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وحی الٰہی کی راہنمائی کے بغیر نری عقل کے بل پر اس موضوع کے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس نے اس الجھی ہوئی ڈور کے خم و پیچ میں کچھ اور اضافہ کر دیا ہے۔ زیر قلم مضمون میں پیش نظر یہ ہے کہ قرآن و سنت اور منکرین اسلام کی کاوشوں سے اس معاملے میں اسلام کا جو نقطۂ نظر سمجھ میں آتا ہے اسے واضح کیا جائے۔ وقت کی تنگی اور صفحات کے محدود ہونے کی وجہ سے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اس موضوع کو پورے بسط اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ البتہ اس کے اہم نکات کو اختصار مگر جامعیت کے ساتھ عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی؟ قرآن و سنت اور اسلامی فقہ سے تقسیم دولت کے بارے میں اسلام کا جو مؤقف احقر نے سمجھا ہے۔ اسے بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ کچھ بنیادی باتیں واضح

کی جائیں جو اسلامی معاشیات کے تقریباً ہر مسئلے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں انہیں آپ نظریہ تقسیم دولت کہہ لیجئے اس کا فلسفہ سمجھ لیجئے یا اس نظریئے کے مقاصد قرار دیجئے۔ بہر حال یہ چند وہ باتیں ہیں جو قرآن کریم سے اصولی طور پر سمجھ میں آتی ہیں اور اسلام کے معاشی طرزِ فکر کو غیر اسلامی معاشیات سے ممتاز کرتی ہے؟

معاشی مسئلہ کا مقام

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام رہبانیت کا مخالف ہے اور انسان کی معاشی ترقی اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور کسب حلال اس کے نزدیک فَرِیضَۃٌ بَعْدَ الفَرِیضَۃ یعنی دوسرے درجے کا فرض قرار دیتا ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی اتنی ہی صداقت رکھتی ہے کہ اس کی نظر میں انسان کا بنیادی مسئلہ 'معاش' نہیں ہے اور نہ معاشی ترقی اس کے نزدیک انسان کا مقصد زندگی ہے۔ معمولی سوجھ بوجھ سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی کام کا جائز مستحسن یا ضروری ہونا ایک الگ بات ہوتی ہے اور اس کا مقصدِ زندگی اور محور فکر و عمل ہونا بالکل جدا چیز اسلامی معاشیات کے معاملے میں بہت سی غلط فہمیاں انہی دو چیزوں کو خلط ملط کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے پہلے قدم پر اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے درحقیقت اسلامی معاشیات اور مادی معاشیات کے درمیان ایک بڑا گہرا بنیادی اور دور رس فرق یہی ہے کہ مادہ پرستانہ معاشیات میں معاش انسان کا بنیادی مسئلہ اور معاشی ترقی اس کی زندگی کا منتہائے مقصود ہے اور اسلامی معاشیات میں یہ چیزیں ضروری اور ناگزیر سہی لیکن انسان کی زندگی کا اصل مقصد نہیں ہیں۔ اس لیے جہاں ہمیں قرآن کریم میں رہبانیت کی مذمت اور وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ کے احکام ملتے ہیں۔ جہاں ہم کو تجارت کے لیے فَضْلَ اللّٰہ اموال کے لیے خَیْراً اور اَلَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰماً خوراک کے لیے الطَّیِّبَاتِ مِنَ الرِّزْق لباس کے لیے زِیْنَۃَ اللّٰہ اور رہائش کے لیے سکن کے احترامی القاب ملتے ہیں وہاں دنیوی زندگی کے لیے مَتَاعُ الغُرُور کے

الفاظ بھی نظر آتے ہیں اور ان سب چیزوں کے لیے الدنیا کا لفظ ملتا ہے۔ جو اپنے ثانوی مفہوم کے اعتبار سے کچھ اچھا تاثر نہیں دیتا اور قرآن کریم کے مجموعی اسلوب سے بھی اس کی حقارت سمجھ میں آتی ہے۔ کوتاہ نظری اس موقعہ پر تضاد کا شبہ پیدا کر سکتی ہے لیکن درحقیقت اس کے پیچھے اصل راز یہی ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں تمام وسائل معاش انسان کی راہگذر کے مرحلے ہیں۔ اس کی اصل منزل درحقیقت ان سے آگے ہے۔ اور وہ ہے کردار کی بلندی اور اس کے نتیجے میں آخرت کی بہبود انسان کا اصل مسئلہ اور اس کی زندگی کا بنیادی مقصد انہی دو منزلوں کی تحصیل ہے۔ لیکن چونکہ ان دو منزلوں کو دنیا کی شاہراہ سے گزرے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے وہ تمام چیزیں بھی انسان کے لیے ضروری ہو جاتی ہیں جو اس کی دنیوی زندگی کے لیے ضروری ہیں چنانچہ جب تک وسائل معاش انسان کی اصلی منزل کے لیے راہگذر کا کام دیں وہ فضل اللّٰہ، خَیراً، زِیْنَۃَ اللّٰہ اور سَکَنْ ہیں لیکن جہاں انسان اسی رہگذر کی بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جائے اور اس پر اپنی اصل منزلِ مقصود کے راستے میں رکاوٹ بنا دے تو پھر یہی وسائل معاش مَتَاعُ الغُرُور فِتنَہ عدو بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے ایک مختصر جملے وابتغ فی مَا اتاکَ اللّٰہ الدَّار الآخِرہ میں اس بنیادی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ اہل علم کے سامنے تمام آیات کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ احقر کی رائے میں انسانی معاش کے متعلق قرآن کریم کی یہ روش اور اس کے دو مختلف پہلو نظر میں رہیں تو اسلامی معاشیات کے بہت سے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

بقیہ: مقدس ترین خواتین

قبول ہو جاتی تھی۔ آپ بے حد شرمیلی تھیں۔ شرم و حیا کا مادہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کی یہ شرم و حیا خدا کو بے حد پسند تھی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب آپ پل صراط سے گذریں گی تو فرشتہ منادی کرے گا۔ لوگو! اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو فاطمہ رضؓ بنت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط سے گذر کر جنت میں تشریف لے جاتی ہیں۔

اسی حیاء کا تقاضا تھا کہ آپ نے مرض الموت میں وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور رات کے وقت بھی جنازہ پر پردہ ڈال دیا جائے۔

فاطمہ شامیہ نے جو زبور، توریت اور انجیل کی بڑی عالمہ تھیں، آپ کی خدمت میں بہت سے تحائف پیش کئے آپ نے یہ سب اسلام کی خدمت کے لئے دے دئے، وہ آپ کے اس ایثار اور قربانی سے بہت خوش ہوئیں۔

حضرت خواجہ نظامیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضؓ کائنات کی وہ پہلی خوش نصیب عورت ہیں جن کی ماں حضرت خدیجہ رضؓ مسلمان عورتوں میں سب سے پہلی مسلمان تھیں جو حضورؐ پر ایمان لائیں جن کے باپ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سب سے بڑے رسول تھے، جن کے خاوند نوجوانوں میں سب سے پہلے مسلمان تھے۔ اور جن کے فرزند حسنین رضؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔ انہوں نے دنیا کا کوئی سکھ اہلِ دنیا کی طرح نہیں اٹھایا۔ وہ گھر کے کام خود کرتی تھیں۔ آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے محسن، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور تین صاحبزادیاں زینب رضؓ، امّ کلثوم رضؓ اور رقیہ رضؓ ہیں۔

جب رسول کریم اس جہان سے رخصت ہو گئے تو اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔ ان کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال کر گئیں۔ یہ واقعہ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ سنہ ۱۱ھ کا ہے۔ حضرت سیدہ کی وصیت کے مطابق غسل حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ زوجہ حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت علی رضؓ نے دیا۔ نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار بیت الحزن میں ہے۔ (باقی آئندہ)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مد ظلہ

بعض اعمالِ صالحہ کی خاصیتیں

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نقصت صدقۃ من مال وما زاد اللہ عبدا بعفو الا عزا وما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ

اس حدیث میں جو آپ کے سامنے پڑھی گئی تین چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور بعض اعمال کے ثمرات اور خاصیتوں کو اشارہ فرمایا ہے خداوند کریم نے ہر ایک شے کے کچھ ظاہری اسباب پیدا کئے ہیں۔ اور کچھ حقیقی، جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں شریعت نے ان حقیقی اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک شخص عمر کی زیادتی چاہتا ہے تو اس کے ظاہر اسباب تو یہ ہیں کہ صحت کی رعایت رکھے مقوی غذائیں کھائے۔ ورزش کرتا رہے ہر کام میں بے اعتدالی سے بچتا رہے مضر اشیاء سے پرہیز کرتا رہے، مگر باطنی سبب کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ زیادہ عمر کی تمنا رکھنے والے کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ فرمایا۔ ولا یزید فی العمر الا البر عمر کی زیادتی نیکی اور احسان سے ہی ملتی ہے۔ اور فرمایا ولا یزید فی العمر الا البر رزقہ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ جو شخص کہ رزق کی فراخی اور عمر کی زیادتی چاہتا ہو تو صلہ رحمی کرے۔

اسی طرح والدین کی خدمت کرتا رہے۔ عالم ہونے کا ظاہری سبب محنت مطالعہ درس و تدریس ہے۔ مگر حقیقی اسباب تقویٰ و خشیت، اخلاص نیت اور اساتذہ و شیوخ کا ادب کرنا ورنہ علم میں برکت نہ ہوگی۔ امام سرخسیؒ کسی جگہ تشریف لے گئے۔ وہاں ان کے جتنے شاگرد تھے آس پاس سے خدمت میں حاضر ہوئے کہ استاد سے ملاقات کریں۔ ایک شاگرد نے آنے میں سستی کی آخر میں آئے امام سرخسیؒ نے وجہ پوچھی تو کہا میری والدہ بہت کمزور اور ضعیف ہے۔ اس کی خدمت کے لئے کوئی دوسرا شخص تھا نہیں، خدمت میں لگا رہا، اس لئے آپ کی خدمت میں حاضری میں دیری ہوگئی امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ اس کی عمر تو بڑی ہوگی مگر علم میں برکت نہ ہوگی۔ یہ بد دعا نہ تھی۔ بلکہ عمل کی خاصیت بتلا دی۔ کہ استاد کی خدمت سے علم میں برکت ہوتی ہے۔ جو استاد اور شیخ کا ادب و احترام نہ کرے وہ چاہے جتنا بڑا عالم ہو جائے اس کا فیض عام نہ ہوگا شاگرد کو سب کچھ ادب کی برکت سے ملتا ہے اور والدہ کی خدمت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہوگا حضورؐ نے فرمایا اللہ کی رضامندی اور خفگی والدین کی خوشنودی اور خفگی میں ہے

بغداد میں دو طالب علم تھے۔ ایک بزرگ کا انہوں نے حال سنا وہاں حاضر ہوئے، ایک تو اس خیال سے کہ اس شخص کی علمیت معلوم کروں۔ اس سے بحث و مباحثہ ہو، دوسرا اس غرض سے کہ میرے حق میں یہ بزرگ دعا دیں، علم حاصل کروں ایک ادب کے لحاظ سے گیا ایک غرور اور عجب میں مبتلا ہو کر گیا۔ ذہین تھا، محقق تھا، جاتے ہی مناظرہ شروع کیا، مسائل میں اس بزرگ کو خاموش کرنے کی کوشش کی دوسرا ادب سے خاموش بیٹھا رہا بزرگ نے خود پوچھا تم کیسے آئے ہو فرمایا حضرت میں تو صرف دعا اور استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہوں، بزرگ نے آثار سے معلوم کیا کہ اس شخص کا تمام اولیائے وقت پر اثر ہوگا، اس سے ایک عالم فیض پائے گا۔ یہ طالب علم آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے مشہور ہوا۔ دوسرا حکومت کی جانب سے سفیر ہوا۔ اس کے نفس کا غرور اور عجب بڑھتا رہا چند یوم کے بعد ایک عیسائی عورت پر فریفتہ ہوا اس کے کہنے پر اسلام کو چھوڑ دیا اور اس کے خنزیروں کے ریوڑ چرانے لگا عشق نے ہر طرح ذلیل و رسوا کر دیا سینہ سے تمام علم اور قرآن مجید اٹھوا دیا گیا۔

اس طرح حضورؐ نے بعض گناہوں کی خاصیت بتلا دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہم اور غم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جس کے گناہ حد سے بڑھے ہوئے ہوں۔ بظاہر اس غم کے اسباب معلوم نہیں ہوتے مگر یہ اندرونی فکر پریشانی اور بے چینی میں گھلتا رہتا ہے اذا کثرت ذنوب العبد اوقعہ اللہ فی الھم جب انسان کے گناہ زیادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بعض گناہوں کے نتیجہ میں انسان رزق سے محروم ہوتا ہے اور بسا اوقات مال و دولت کی فراوانی کے باوجود "معیشت ضنک" یعنی تنگی اور عسرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ انسان بسا اوقات گناہ کے سبب اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اسے پہنچنے والا ہو۔

بعض اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی قبولیت پاتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں اور وہ عمل کفارۂ سیئات بن جاتا ہے۔ اور بعض اعمال اتنے برے کہ اس کی وجہ سے تمام حسنات اور نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یہاں تک کہ اونچی آواز سے بولنے کا اثر بھی حبط اعمال ہو جاتا ہے یعنی اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں آج بھی سب لوگ چاہتے ہیں۔ ۱۔ مال میں ترقی اور حلال کمائی میں اضافہ اور برکت ہو ۲۔ عزت حاصل ہو جائے ۳۔ لوگوں میں سربلندی حاصل ہو۔ تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ صدقہ دینے کی وجہ سے مال میں ہرگز کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ اور برکت ہوتی ہے۔

صدقہ عربی میں صدق سے ہے یعنی سچائی اور اس کا نام اس وجہ سے صدقہ ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مال و دولت دینا دعویٰ اسلام اور مسلمان ہونے کی صداقت کی دلیل ہے۔ جان کو قربان کرنا بسا اوقات آسان ہوتا ہے۔ مگر مال کی قربانی بہت مشکل ہوتی ہے۔ جان کے ساتھ مال کی قربانی وہی شخص کرسکتا ہے جو سچا مسلمان ہو ورنہ محض دعویٰ ہے۔ صدقہ انسان کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور وہی دے سکتا ہے۔ جس کا توکل اعتماد اور بھروسہ ہو اللہ تعالیٰ پر کہ وہی رزق کا کفیل ہے وہی میرے مال کو بڑھائیگا تو حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی وجہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا جائے گا۔ آخرت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے اُٹھے گا۔ تو اس کے سامنے جبل اُحد کے برابر نیکیوں کا پہاڑ آجائے گا۔ کہ یہ تمہاری نیکیاں ہیں وہ دل میں حیران ہوگا۔ کہ اتنی نیکی تو میں نے نہیں کی، یہ پہاڑ برابر نیکیاں کہاں سے آئیں۔ جواب میں فرمایا جائے گا۔ کہ ایک کھجور جو حلال کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تم نے اخلاص سے دی تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہا اور اب پہاڑ کی شکل میں تمہارے سامنے ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ کھجور برابر صدقہ کو خداوند تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پالتے ہیں۔ جس طرح تم کسی گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجائے۔

سود

آجکل سود کا کاروبار کرنے والے اور کھانے والے سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بڑھ رہے ہیں اور ترقی کر رہے ہیں مگر درحقیقت مٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

برطانیہ سودی کاروبار کا علمبردار ہے ایک وقت برطانیہ پر ایسا تھا کہ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مگر سود کے نتیجہ میں وہ ایسا تباہ ہوا کہ آج وہ ایک جزیرہ میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ اس پر نزع کی حالت طاری ہے۔ یہی حال امریکہ کا ہو رہا ہے ایک ویٹ نام میں کروڑوں اربوں روپے خرچ کر رہا ہے۔ سامانِ جنگ اور سرمایہ تباہ ہو رہا ہے۔ چیختا اور چلاتا ہے کہ کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس سرمایہ بہت ہے۔ مگر نتیجہ اس سودی سرمایہ کا اب بھگت رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں پکڑتے ہیں مگر آہستہ آہستہ۔ تو سود کا بالآخر انجام یہی ذلت اور خواری ہے، کوئی سودی لین دین بھی ہو تجربہ کرلیں، دس بیس سال ظاہری ترقی ہوگی، پھر دربدر دھکے کھائے گا اور بچے دربدر ٹکڑے ٹکڑے کے لئے پھرتے رہیں گے۔ اگر نیکی اور بدی کا نتیجہ دنیا میں اسی وقت ظاہر ہوتا تو یہ ابتلاء اور آزمائش کے خلاف ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور حلیم ہیں، چاہتے ہیں کہ بندوں کا ایمان بالغیب رہے اگر اعمال کا نتیجہ آج ہی ظاہر ہو تو ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خدا کی نظر لاتناہی ہے۔ ہم تو آج کا دن ہی دیکھتے ہیں۔ مگر خدا کے سامنے تو قبر کی طویل زندگی پھر قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر جنت اور دوزخ کی لاتناہی زندگی بھی ہے۔ وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون تمہارے گنتی کے ہزار سال اللہ کے نزدیک ایک یوم کے برابر ہیں۔

اگر دنیا میں باوجود گناہ کے ایک ہزار سال بھی راحت سے مل جائیں، تو گویا ایک دن کی راحت ہے۔ جو ابدی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انسان کو نتائج اعمال بھگتانے کے لئے وسیع میدان اور طویل زندگی پڑی ہوئی ہے۔ یہاں ہزار سال بھی کوئی عیش و عشرت میں رہے تو خدا کے ہاں یہ ایک دن کے برابر بھی نہیں۔ تو سود کو خدا تعالیٰ مٹاتا اور نیکی کو اتنا بڑھاتا ہے۔ کہ کھجور برابر نیکی پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے اگرچہ دنیا دارالعمل ہے، دارالجزاء نہیں۔ مگر پھر بھی صدقہ کا اثر دنیا میں ظاہر ہوگا کہ مال میں نقصان نہ ہوگا اور برکت و غنائے نفس اسے میسر ہوگا۔ تجربہ اس کا شاہد ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ ایک شخص قبر سے خالی ہاتھ، ننگے سر اور پاؤں اٹھایا جائے گا، پھر خداوند تعالیٰ کے پاس پیش ہوگا، بیچ میں ترجمان ہوگا نہ کوئی وکیل صفائی نہ کوئی ساتھی اور غمخوار جس کی وجہ سے رعب و ہیبت کم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ خود ہی حساب و کتاب فرمائے گا۔ یہ شخص ہر طرف دیکھے گا۔ دائیں بائیں سامنے پیچھے ہر طرف جہنم میں محصور ہوگا یہ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جائے کوئی مددگار نہیں۔ اتنے میں جہنم کی آگ کے سامنے کھجور کا ایک ٹکڑا اس پر بن جائے گا جو آگ کو اس سے چھونے بھی نہ دے گا، ایسے وقت کے لئے حضور اقدسؐ فرماتے ہیں۔ اتقوا النار ولو بشق تمرة۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے کیوں نہ ہو

اس ارشاد کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسلمان کا آدھی کھجور کے برابر بھی حق مارا ہے۔ تو اگر اسے واپس کردو تو آگ سے بچ جاؤگے ورنہ آگ کے لئے تیار رہو۔ ہمارا نفس ہمیں جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہے ہیں۔ وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کو آگ سے بچایا

حضور اقدسؐ کی شفقت و رأفت ہمارے اوپر حد سے زیادہ ہے، مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر امتوں کے اعمال و عبادات پیش ہوں گے کسی نے ہزاروں سال عبادت کی ہوگی، کسی نے بے شمار حج کئے ہوں گے، کسی نے زندگی بھر جہاد کیا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو تم اس حال میں پیش ہو جاؤ۔ کہ تمہاری گردنوں پر دوسروں کا اونٹ، گھوڑا، بھیڑ، کسی کی جان، کسی کی چادر کپڑا، کسی کا مال و دولت ہو اور پھر مجھے پکارو کہ یا رسول اللہ اغثنی اے اللہ کے رسول میری مدد کر مگر میں اس وقت کہوں گا کہ میں کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ کیا میں نے نیکی اور بدی کے احکام تمہیں نہیں پہنچائے تھے۔ تمہارے پاس کتاب و سنت اور نیک لوگوں کے مواعظ و نصائح نہیں پہنچے تھے۔ کوئی کہے گا کہ اس نے چوری کی دوسرے کا فصل کاٹا کسی کا حق مارا، تو یہ تمہاری رسوائی ہوگی دوسری امتوں کے سامنے، کہ وہ تو نیک اعمال اور کارنامے حضرت حق جل مجدہٗ کی بارگاہ میں پیش کریں اور

اور تم بدکاریوں کے کارنامے۔
قربان جائیے۔ حضرت رابعہؒ بصریہ عدویہ سے دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھا کرتی تھیں۔ آج کل کی عورتیں فرض نماز نہیں پڑھتیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ تو تو بڑی خوش قسمت ہے کہ جنت میں جائے گی، دن رات بندگی میں مشغول رہتی ہو، انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ جنت بھیجے یا دوزخ میں۔ عبادت اس وجہ سے نہیں کرتی کہا کہ مجھے تو مذکورہ حدیث یاد آتی ہے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہماری وجہ سے پریشانی اور تکلیف نہ ہو، اور ان کی انتہائی عظمت پر دھبہ نہ لگے بلکہ قیامت کے دن آواز ہو کہ حضورﷺ کی امت کی ایک عورت اور ایک روحانی بیٹی نے دن رات میں اتنی عبادت کی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور روحانی عظمت اور بھی چمک اٹھے۔ چھوٹوں کی برائی پر بڑوں کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ واللہ العظیم ہماری برائیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ پھر شفاعت کی امید کس طرح رکھیں، غرض صحابہؓ نے صدقات دینے میں ایک دوسرے پر سبقت لی۔ جو کچھ بھی طاقت ہوتی، اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینے سے دریغ نہ کیا۔ بخاری شریف میں تفصیلات موجود ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے لئے چندہ دینے کا اعلان فرمایا تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف جیسے تونگر حضرات ہزاروں دے دیتے اور کسی کے پاس کوڑی بھی نہ ہوتی تو صبح سے شام تک سامان کی ڈھلائی کرتے، مزدوری کر لیتے شام کے وقت مزدوری میں جو چند کھجوریں مل گئیں وہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر جہاد کے لئے پیش کردیں کہ جہاد کے لئے یہی قبول فرمائیں۔ بعض نے رات بھر ایک ایک چھوہارہ پر ایک ایک ڈول نکالنے کی مزدوری کی اور صبح کی نماز میں حضور اقدسؐ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اپنی رات بھر کی کمائی پیش کردی۔

پھر اس انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کی برکت سے ایسا وقت آیا، کہ ان کے گھروں میں ایک ایک لاکھ پڑا رہا۔ امام بخاریؒ نے مال جہاد کی برکت پر مستقل باب باندھا ہے۔ حضرت زبیرؓ پر ۲۲ لاکھ قرضہ تھا، قرض اتارنے کے لئے کچھ زمین بیچنی چاہی تو ۵ کروڑ ۹۸ لاکھ اس کی قیمت نکلی۔ لوگ امانات رکھتے تو حضرت زبیرؓ حفاظت کے خیال سے اسے بطور قرض رکھ لیتے۔ حضرت زبیرؓ کا کام ہی جہاد کرنا تھا، تو صحابہؓ کی قربانیوں کا ثمرہ انہیں دنیا میں بھی ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس و روم کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں دی گئیں اور وہ خزانے بہت جلد حضورؐ کی امت میں آئے۔

دوسری چیز حضور اقدس نے یہ ارشاد فرمائی، کہ کسی کے زور و ظلم اور زیادتی کرنے پر عفو و درگزر کرنے سے بے عزتی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں کسی نے تم پر ظلم کیا، مارا پیٹا، گالی دی۔ بے ادبی کی، تم نے اسے معاف کر دیا۔ ہمارے پٹھان کہتے ہیں کہ اس سے ناک کٹتی ہے۔ یہ پٹھانیت نہیں، جہنمیت ہے۔ کتا اگر کسی کو کاٹے اور یہ بھی اسے کاٹے تو کیا یہ عزت ہوگی یا ذلت۔ تم بندوں کو معاف کر دو خدا تمہیں معاف کر دے گا۔ اگر کسی کو معافی نہ دو تو خدا سے کیسے عفو کے طلبگار ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صل من قطعك واعف عمن ظلمك واحسن الی من اساء الیك۔ جو تم سے الگ رہنا چاہے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ ظالم کو معاف کرو، جو تم سے برائی کا سلوک کرے، تم اس سے بھلائی کرو۔

عفو کی برکت سے لوگوں اور دشمن کے دلوں میں بالآخر تمہاری عزت بیٹھ جائے گی۔ ان کی دشمنی دوستی میں بدل جائے گی، وہ خود زیادتی پر نادم اور شرمندہ ہو جائیں گے۔ تو عفو اور درگذر کی خاصیت بالآخر مقرر ہوتا ہے۔

تیسری چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ کسی نے اللہ کے لئے تواضع عاجزی اور مسکینی اختیار نہیں کی۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور سربلندی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت دی حکومت دی، دولت دی، عہدہ عطا فرمایا تو تم اس وقت متکبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو نیچا کر دو عربی مقولہ ہے: الوضیع اذا ارتفع تکبر۔ کمینہ شخص جو اونچا ہو جائے تو متکبر ہوتا ہے۔ شریف جتنا بڑھتا ہے۔ اتنا ہی اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے جس نے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دے گا۔ جس نے کہا "میں ہوں" تو ہندوستان میں کہا کرتے ہیں کہ "میں کے گلے چھری" انانیت اور غرور کا انجام ہلاکت ہوتا ہے۔ جس نے غرور کیا، سمجھ لیں کہ وہ مٹے گا۔ محمود غزنویؒ کا غلام ایازؒ جیسے سلطانؒ نے قدر و منزلت کی وجہ سے بڑا درجہ دیا تھا، کہا کرتا تھا کہ "ایاز قدر خود بشناس۔ ایک دفعہ وزراء نے اعتراض کیا کہ بادشاہ سلامت ایاز کی کیوں اس قدر عزت فرماتے ہیں۔ محمود غزنویؒ نے کہا اس کا جواب ختم اجلاس پر دیا جاویگا اجلاس کے بعد ایاز اپنے کمرہ میں پہنچا اور شاہی خلعت اتار دیتا، قدآدم آئینہ سامنے رکھتا۔ اور پہلے وقت کے پھٹے پرانے کپڑوں کو پہن کر اپنے نفس کو خطاب کرنے لگتا کہ ایاز تو غرور میں نہ آنا۔ تم اس لباس میں غلامی کیا کرتے تھے۔ ایاز قدر خود بشناس۔ آج جو شاہی لباس پہنے ہو اور شاہی دربار میں تجھے قدر و منزلت حاصل ہے یہ محض خداوند کریم کے کرم اور محمود غزنویؒ کی ذرہ نوازی ہے۔ ایاز اپنے آپ کو نہ بھولنا۔ محمود غزنویؒ مع وزراء دریچہ میں چھپ کر دیکھتے تھے۔ وزراء سے کہا کہ ایاز کے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص پیشاب کے دو قطروں سے پیدا ہوا ہو اور فی الحال نجاستوں کا حامل ہو، اور فی المآل جس کی انتہا یہ ہو کہ گل سڑ کر بدبودار ہو جائے کیڑے اسے کھائیں۔ وہ کیوں بڑائی کرنے لگے۔ اور تکبر کیوں کرے۔ تو انسان کا یہ ابتداء و انجام ہے تو غرور کس چیز پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہر حال میں ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین اعمال پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی برکات و اثرات سے ہمیں مالامال کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین:۔

بقیہ: عظمتِ رفتہ

تذکرہ فرمایا تھا۔ زمین و آسمان کے رب کی قسم، بے شک آپؐ نے عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں جو ذکر فرمایا تھا۔ وہ اس سے زیادہ نہیں تھے۔ اور آپؐ نے جو ارشاد فرمایا اسے اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپؐ کے چچازاد بھائی اور ان کے دیگر ساتھیوں کی اچھی طرح سے مہمانی کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں میں آپؐ سے بیعت کرتا ہوں اور آپؐ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر بھی بیعت کر چکا ہوں اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں آپؐ کی خدمت میں اریحا بن اصحم کو بھیج رہا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنی جان کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اگر آپؐ ارشاد فرمائیں تو میں خود بھی حاضرِ خدمت ہو جاؤں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ جو کچھ فرماتے ہیں بالکل حق ہے۔

خط و کتابت

کرتے وقت "خریداری نمبر" کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

دعائے صحت

محترم مولانا مجاہد الحسینی صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین کچھ دنوں سے علیل ہیں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

اپیل

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ ننکر گڑھ ایک عرصہ سے دین و اسلام اور ملت حقہ کی خدمت سرانجام دے رہا ہے اس کے سرپرست جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ہیں۔ ادارہ کا حساب باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے اور سالانہ آمد و صرف کا گوشوارہ شائع کیا جاتا ہے لہٰذا مخیر حضرات کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ صدقاتِ واجبہ، خیرات اور عطیات سے مدرسہ ہذا کی مالی اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ترسیل زر کا پتہ: ناظم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ
چوک بخاری ننکر گڑھ، ضلع سیالکوٹ

(7842)

سانحہ ارتحال

میرے عزیز دوست چوہدری الٰہ بخش صاحب کے والد محترم جناب چوہدری میراں بخش صاحب مختصر حرارت کے بعد بعمر ۱۰۰ سال چک نمبر 391 J.B (ٹوبہ ٹیک سنگھ) رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی صحت نہایت اچھی تھی۔ پیرانہ سالی کے باوجود بغیر عصا کے چلتے تھے اور ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ لیتے تھے گاؤں کی سب سے معمر اور بزرگ ہستی تھی۔ علاقہ بھر میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ قارئین خدام الدین سے التماس ہے کہ ان کے پسماندگان کے لیے صبر جمیل اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

منظور سعید احمد

درس قرآن کریم

مورخہ ۴ر اکتوبر بروز اتوار دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ نزد شاہ محمد غوث میں امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری درس قرآن دیں گے یاد رہے کہ آپ ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو دفتر ہذا میں باقاعدگی سے درس قرآن دیتے ہیں درس ٹھیک ۹ بجے صبح شروع ہو جاتا ہے جملہ مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے۔ (ناظم مجلس)

بچوں کے لئے

عظمتِ رفتہ

از قاضی خالد محمود

۱۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصد دحیہ کلبی کو قیصرِ روم ہرقل کی طرف اپنا خط دے کر بھیجا۔ وہ خط نہایت مختصر اور قرآن مجید کی ایک آیت پر مبنی تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا:-

"اے اہلِ کتاب! اس کلمے کو قبول کر لو جس پر ہمارا اور تمہارا دونوں کا اتفاق ہے۔ وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی خدا کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ اگر مانتے ہو تو بہتر ورنہ جان لو اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

جب قیصرِ روم کو خط ملا تو اس نے اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص ملے تو لاؤ۔ اتفاق کی بات ہے کہ انہیں ابو سفیان مل گئے۔ درباری ابوسفیان کو لے کر قیصر کے دربار میں آئے۔ قیصر نے ابوسفیان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چند سوالات کئے۔ وہ سوالات اور ابوسفیان کا جواب درج ذیل ہے۔ (اس سلسلے میں واضح رہے کہ ابھی تک ابوسفیان مسلمان نہیں ہوئے تھے)

قیصر: حضورؐ کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: خاندان نہایت شریف ہے۔

قیصر: کیا حضورؐ کے خاندان میں کسی اور نے بھی نبوّت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا آپؐ کے خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: آپ کے پیرو امیر ہیں یا غریب؟

ابوسفیان: کمزور اور غرباء کی اکثریت ہے۔

قیصر: آپؐ کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

ابوسفیان: زیادہ ہو رہے ہیں۔

قیصر: کیا تم نے آپؐ کو کسی معاملہ میں (نعوذ باللہ) جھوٹا پایا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا آپ نے کبھی وعدہ خلافی کی؟

ابوسفیان: ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح ہوا ہے اس میں دیکھیں کیا رہتا ہے۔

قیصر: تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیسا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہماری فتح ہوئی اور کبھی آپؐ کی۔

قیصر: آپؐ کیا سکھاتے ہیں؟

ابوسفیان: آپؐ فرماتے ہیں، ایک خدا کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، سچ بولو، پاکدامن رہو، صلہ رحمی کرو۔

اس پر قیصر نے کہا۔ اے ابوسفیان! اگر تمہارا بتایا ہوا درست ہے تو آپؐ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہم خیال کیا کرتے ہیں۔ البتہ یہ بات ذہن میں نہ تھی کہ آپؐ عرب میں پیدا ہونگے مجھے تو اپنی سلطنت بھی آپؐ کے قبضہ میں نظر آرہی ہے اگر میں آپؐ تک جا سکتا تو آپ کے پاؤں دھوتا۔

سبق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کردار اس قدر بلند تھا کہ کسی سخت ترین مخالف کو بھی آپؐ کے کردار پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۲۔ جب حضرت جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھیوں نے حبش کی طرف ہجرت فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ بن امیہؓ کے ہاتھ ان کے بارے میں شاہ حبشہ کو گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ مکتوب گرامی کا مضمون حسبِ ذیل تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نجاشی اصحم شاہِ حبش کے نام!

السلام علیک! میں اللہ پاک کی حمد کی دعوت دیتا ہوں جو کائنات کا مالک ہے، مقدّس ہے اور امن و سلامتی دینے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کی طرف سے روح اور ایسا کلمہ ہیں جو مریم بتول کی طرف القا فرمایا تھا۔ جس سے مریم بتول حاملہ ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی روح اور اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا۔ میں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیتا ہوں، مجھ پر اور اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو خدا تعالےٰ نے مجھ پر اتاری —— میں نے تمہارے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ اور ان کی معیت میں دوسرے مسلمانوں کو بھیجا ہے۔ جب یہ لوگ تمہارے پاس آئیں تو ان کی خاطر تواضع کرنا۔ تکبّر و غرور کا معاملہ نہ کرنا۔ میں تم کو اور تیرے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تمہیں تبلیغ و نصیحت کا پیغام پہنچا چکا ہوں، اسے مان لو اور اس پر سلامتی ہے جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔

نجاشی کا جواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نامی، نجاشی اصحم کی طرف سے

اے اللہ کے رسولؐ اور اس کی طرف سے مبعوث ہونے والے! آپؐ پر خدا کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اے اس اللہ کے رسولؐ! جس نے مجھے ہدایت بخشی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

آپؐ کے گرامی نامہ نے مجھے سرفرازی بخشی، جس میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا

(باقی ص۱ پر)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون
نمبر ۶۷۵۴۵

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
ششماہی		۶
		۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ		۴۲
بحری جہاز		۱۵
ہوائی ڈاک ششماہی		۲۱
بحری		۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۴۳
بحری	۸۰	۲۲

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۳۳۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C-B-T ۲۳۷-۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ ۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء